وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

اور جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-618003

نام کتاب ـــــــــــــــــ عشق رسول ﷺ

مؤلف ـــــــــــــــــ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

ناشر ـــــــــــــــــ مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت اوّل ـــــــــــــــــ 2000ء

اشاعت دوم ـــــــــــــــــ مارچ 2001ء

اشاعت سوم ـــــــــــــــــ اکتوبر 2001ء

اشاعت چہارم ـــــــــــــــــ اپریل 2002ء

اشاعت پنجم ـــــــــــــــــ ستمبر 2003ء

اشاعت ششم ـــــــــــــــــ جون 2003ء

اشاعت ہفتم ـــــــــــــــــ مارچ 2005ء

اشاعت ہشتم ـــــــــــــــــ مارچ 2006ء

اشاعت نہم ـــــــــــــــــ اکتوبر 2006ء

اشاعت دہم ـــــــــــــــــ اپریل 2007ء

اشاعت گیارہ ـــــــــــــــــ فروری 2008ء

اشاعت بارہ ـــــــــــــــــ ستمبر 2008ء

اشاعت تیرہ ـــــــــــــــــ مارچ 2009ء

اشاعت چودہ ـــــــــــــــــ جون 2009ء

تعداد ـــــــــــــــــ 1100

انتساب

فقیر اپنی ناچیز کوشش کو اپنے محسن و مربی عاشق رسول ﷺ مرشد عالم محبوب العارفین حضرت مولانا پیر غلام حبیب نقشبندیؒ مجددی کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہے۔

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ
عَلَی النَّبِیِّ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا
بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے
ہیں اس لئے اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔
(القرآن الکریم)
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

فہرست

دیباچہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبوب العلما سیدنا ومرشدنا حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نابغہ روزگار شخصیت ہیں۔ ماہر علوم جدید وقدیم ہیں۔ دسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔اور لاکھوں انسانوں کے مرشد ہیں۔تقریباً چالیس ممالک میں آپ کے عقیدت مندوں کا جم غفیر ہے اس لحاظ سے اگر حضرت کو مبلغ عالم کہہ دیا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔آپ زبان وبیان سے بھی خفتہ دلوں کو جگاتے ہیں۔اور قلم سے بھی ماؤف ذہنوں کو صراط مستقیم پر ڈالتے ہیں۔آپ کا مقصد حیات عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی جوت جگانا ہے۔آپ کے قلم سے حال ہی میں دو کتابیں منصۂ شہود پر آئی ہیں (عشق الٰہی، عشق رسول)۔یہ آپ کی تصانیف وتقاریر کا مقصد ہیں آپ نے عاشقان الٰہی اور محبان رسالت پناہی پر زبردست احسان کیا ہے۔دونوں کتابوں کا مقصد اور خلاصہ ایک ہی ہے۔کہ مسلمان کے دل میں اللہ جل شانہ اور سید الانبیاء ﷺ کے حقیقی عشق کے جذبات اپنی تمام تر تابانیوں اور جان سپاریوں کے ساتھ جلوہ گر ہو جائیں۔کیونکہ انسان کی زندگی کا دارومدار قلب پر ہے اور قلب کی حقیقی حیات کا انحصار عشق خداوندی وعشق رسالت پر ہے۔عشق اولیاء سے عشق آل واصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملتا ہے۔اور عشق آل واصحاب سے عشق رسول عطا ہوتا ہے۔عشق رسول ﷺ سے عشق الٰہی کا گوہر یکتا ملتا ہے۔اگر عشق اولیاء سے عشق آل نہ ملے اور

عشق آل سے عشق اصحاب نہ حاصل ہو اور عشق اصحاب سے عشق رسول ﷺ نہ پیدا ہو اور عشق رسول ﷺ سے عشق الٰہی سے نہ نوازا جائے تو سمجھئے کہ یہ عشق حقیقی عشق نہیں بلکہ نفس کا دھوکا ہے۔ ورنہ حقیقی عشق تو عاشق کی جھولی میں معرفت کے گوہر آبدار ڈال دیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ہر کہ عشق مصطفےٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہء دامان اوست

حضرت والا شان نے عشق کے متعلق مختلف بزرگوں کے نظریات کتابوں میں جمع کر دیئے ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں کتابیں صرف ایک جذباتی تصنیف نہیں ہیں بلکہ اس باب میں یہ ایک محققانہ تالیف کا درجہ حاصل کر گئی ہیں۔ جو سالکین کے لئے ایک تحفہء عرفانی و ایمانی بن گئی ہیں۔

میرے نزدیک ایک ہے عشق اور ایک ہے ہوس۔ عشق اور چیز یا کیفیت ہے۔ اور ہوس چیز دیگر است۔ لوگ عشق اور ہوس میں تمیز نہیں کر پائے اور ہوس کا نام عشق دھر لیا ہے در اصل ہوس وہ میلانِ طبع ہے جو مرغوبِ نفس امارہ ہے۔ اور عشق وہ ہے جو خالقِ حسن اور مظہرِ حسن ازل پر والا و شیدا ہوتا ہے اور یہ مرغوب قلب ہے۔ ہوس کا شمار رذائل میں ہوتا ہے۔ اور عشق فضائلِ انسانی میں سے ہے۔ شاید غالب نے اس لئے کہا تھا

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوہَ اہلِ نظر گئی

اہلِ ہوس یعنی بہروپیوں نے بھی اب عشق کا شعار اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔

لباسِ فقر پہن کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور دامِ تزویر میں لاتے ہیں۔ بس حسنِ دنیا پر فریفتگی ہوس ہی کہلاتی ہے۔ دراصل عشق اور ہوس کا فرق اہل اللہ ہی سمجھ پاتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ فرماتے ہیں

باجھ فقیراں کے نہ ماریا ظالم چور اندر دا ہو

لوگ عشق اور ہوس میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ غالب کا یہ شعر ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

اس عشق سے مراد یہی ہوس ہے جس کو عشق سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ ورنہ عشق تو انسان کو رفعتوں سے نوازتا ہے۔ نہ کہ نکما بناتا ہے۔

آتشِ عشق تو نفس کی نجاستوں، غلاظتوں، من مانیوں اور ہوس رانیوں کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ انانیت واماریت کے دیو ستمگر کو عشق الٰہی اور عشق رسالت کی دو دھاری تلوار قتل کر دیتی ہے اور عشق بے باکانہ نعرہ اناالحق لگا کر فنا فی الذات ہو جاتا ہے بقول حضرت نیاز فتحی

عشق نام ہے شاید انہیں، خونی مقاموں کا
جہاں جا کر پلٹتا ہی نہیں پھر کارواں کوئی

عشق وصل الٰہی کیلئے نوری زینہ ہے، نجات اخروی کا نوحی سفینہ ہے۔ جب عشق کے جلوے موجزن ہوتے ہیں تو نہ غیر اللہ کی طرف میلان ہوتا ہے نہ غیر اللہ کا خوف لاحق جان ہوتا اور نہ غیر اللہ سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اسی لئے تو علامہ مرحوم پکار اٹھے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

گویا آتش نمرود کی حرارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آتش عشق کی حدت کے سامنے ماند پڑ گئی۔ اور برداً وسلاماً بن گئی۔ اسی لئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام آتش نمرود کی شعلہ زنی سے ذرا بھی نہ گھبرائے۔ کتنے ہی ملائکہ امداد کیلئے آئے لیکن حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے سب کی امداد کو واپس کر دیا۔ اور عشق آتش نمرود سے بازی لے گیا۔ علامہ فرماتے ہیں

عشق با دشوار ورزیدن خوش است
چوں خلیل از شعلہ گل چیدن خوش است

عشق کا تو مزاج ہی ایثار و قربانی اور صبر و استقامت ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ عاشق صادق حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی مانند شعلوں سے اپنے دامن میں پھول چن لے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا عشق اس قدر بلند تھا کہ دل اسباب دنیا کی طمع یا اس کے اثرات کے خوف سے بے نیاز تھا۔ حضرت رومی فرماتے ہیں

عقل بر اسباب مے دارد نظر
عشق مے گوید مسبب را نگر

اسی لئے حضرت خلیل علیہ السلام جیسے عاشق نے ملائکہ کی تمام پیشکشیں ٹھکرا دیں کیونکہ ان کی نظر کے سامنے اسباب جہاں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ ان کی نگاہوں کو آفتاب عشق نے خیرہ کر دیا تھا۔ یہ احوال ہے کہ آنکھیں اگر آفتاب پر جما دی جائیں تو سوائے آفتاب باقی سب چیزیں اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح دل کی آنکھیں جب آفتاب عشق پر ٹک جائیں۔ تو سارا جہاں اور اس کے مناظر اور لذائذ گم ہو جاتے

ہیں۔حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جیسے عاشق کے سامنے سوائے عشق الٰہی سب کچھ ہیچ ہو گیا تھا حضرت فتحی فرماتے ہیں

غلبہ ہے تیری ذات کا اس دل پر کچھ ایسا
آنکھوں سے چھپے جاتے ہیں آثار حرم بھی

محبوب العلماء والصلحاء مبلغ عالم حضرت حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے عشق الٰہی اور عشق رسول پر عارفانہ، محققانہ اور عاشقانہ دو جلد کتابیں تصنیف کی ہیں۔مختلف کتب میں جو عاشقان الٰہی اور دیوانگان عشق رسول نے عشق کے موتی بکھیر رکھے تھے حضرت نے ان کو یکجا کر کے دو لڑیوں میں پرو دیئے ہیں۔اور اہل عشق کے قلوب کی پیشانیوں پر گویا جھومر بنا کر لٹکا دیا ہے۔ان کتابوں کے مطالعہ سے اہل دل میں عشق کی تڑپ اور اہل علم میں محبت کی بیقراریاں اور محبوب کے وصل کیلئے بے چینیاں پیدا ہوں گی۔

حضرت والا نے اپنی افتاد طبع کے تحت اپنے عشق کی سرمستیوں اور سرشاریوں کو عشق الٰہی، عشق رسول ﷺ کی صورت میں عشاق کے سامنے پیش کر دیا ہے۔آپ نے عشق کے متعلق بزرگان دین کے نظریات شرح و بسط کے ساتھ پیش فرما دیئے ہیں۔جس سے حضرت کے علمی مطالعہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔میرے خیال میں ان عناوین پر اس گہرائی اور گیرائی سے آج تک کوئی کتاب معرض وجود میں نہیں آئی یا کم از کم مجھ جیسے محدود العلم کے مطالعہ میں نہیں گزری۔حضرت والا شان نے عنوان عشق کو لفظوں سے اس طرح اجاگر کیا ہے کہ یہ قال کی بجائے حال بن گیا ہے۔ہر لفظ عاشق کی فریاد دلنشیں بن گیا ہے۔ہر سطر جذبات عشق کی صدائے وصل بن گئی ہے۔ہر جملہ گویا دامن محبوب کو تھام کر صدا لگا رہا ہے،

تیری چاہت کی ہر چیز کو چاہا دل سے
اپنی چاہت کی ہر چیز جلا دی ہم نے
داستانیں تیری غیرت کی حیا کی سن کر
یاد اغیار کی سینے سے مٹا دی ہم نے
تجھ کو شکوہ ہے کہ رستے میں ہے دیوار انا
آکے اب دیکھ یہ دیوار بھی ڈھا دی ہم نے

حضرت مجذوب نے یہ ساری کہانی ایک شعر میں سمودی ہے اور اس طرح سمودی ہے کہ گویا محبوب کو وصل سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ فرماتے ہیں

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

عقیدت کیش
عبدالستار نجم

پیش لفظ

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

الحمدلله وحده و الصلوة و السلام علی من لا نبی بعده . اما بعد!

سیدالاولین والآخرین، سیدالانبیاء، رئیس الاتقیا، محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات بابرکات تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئی۔ وہ محسن انسانیت جس نے مذہبی اداروں میں شخصیت پرستی کی بجائے خدا پرستی قائم کی، جس نے اعتقادات کوتوہم کی بجائے حق کی بنیاد بخشی، جس نے سائنس میں فطرت کی پرستش کرنے کی بجائے فطرت کو مسخر کرنے کا سبق دیا، جس نے سیاسیات میں نسلی بادشاہت کی بجائے عوامی حکومت کا راستہ دکھایا، جس نے علم کی دنیا میں خیال آرائی کی بجائے حقیقت نگاری کی طرح ڈالی، جس نے سماج کی تنظیم کے لئے ظلم کی بجائے عدل کی تعلیم دی۔ جب قریش مکہ نے پوچھا کہ آپ ﷺ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ تو اس در

یتیم نے کہا:

کلمة واحدہ تعطونیھا تملکون بھا العرب و تدین لکم العجم

{اگر تم ایک کلمہ پڑھو تو تم مالک ہو جاؤ گے اس کے ذریعے عرب کے اور غلبہ پاؤ گے تم اس کے ذریعے عجم پر}

اور پھر وقت نے ثابت کیا کہ آپ ﷺ نے انسانیت کی خالی جھولی میں اخلاق عظیمہ کے جواہرات بھرے، مظلوم کو ظلم سے نجات دلائی اور جاہل کو علم سے آراستہ کیا، اونٹ چرانے والے حدی خوانوں کو انسانیت کا پاسبان ونگہبان بنایا، جو دنیا کے سودائی تھے انہیں اللہ کا سودائی بنایا، جو نفس پرست تھے انہیں نفس شکن بنایا، جو مجاور تھے انہیں مجاہد بنایا، جو آپس میں غضبناک تھے انہیں رحماء بینھم بنایا، جو سراپا گفتار تھے انہیں سراپا کردار بنایا۔ جب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو لوگوں سے گواہی مانگی کہ بتاؤ میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے یا نہیں؟ ایک لاکھ پچیس ہزار انسانوں نے جواب دیا۔

نشھد انک قد بلغت الرسالة و ادیت الامانة و نصحت الامة

{ہم گواہی دیتے ہیں بے شک آپ نے پیغام پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی اور امت کو نصیحت کر دی}

اس خاصہ خاصانِ رُسل کے ساتھ محبت و عشق کا ہونا ایمان کی شرائط میں سے ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا
نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا ہے زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

موزمبیق کے ایک سفر میں محمد امین صاحب نے کہا کہ حضرت! آپ نے عشق الٰہی پر کتاب لکھی ہے اب آپ عشق رسول ﷺ پر بھی کتاب لکھیں۔ تعمیل حکم میں فقیر نے اس عنوان پر کام کرنا شروع کر دیا۔ پرتگال کے دورے میں محمد موسیٰ جج صاحب کے گھر پر اس کتاب کا اکثر حصہ مکمل ہوا۔ گو کہ اہل قلم حضرات نے اس عنوان پر بہت کچھ لکھا ہے لیکن فقیر کا معاملہ تو اس بوڑھی عورت کی مانند ہے جو دھاگے کی گتھلی لے کر حضرت یوسف کو خریدنے چلی تھی۔ کسی نے کہا کہ وہاں تو امراء موجود ہوں گے آپ کیسے خریدو گی؟ اس نے جواب دیا تھا کہ یہ تو مجھے بھی پتہ ہے کہ میں حضرت یوسف کو خرید نہیں سکتی مگر اس لئے آئی ہوں کہ کل قیامت کے دن جب حضرت یوسف کے خریداروں کو بلایا جائے گا تو مجھے بھی ان میں شمولیت نصیب ہو جائے گی۔ کیا بعید ہے کہ روز محشر جب عاشقانِ جمالِ رسول ﷺ کو بلایا جائے تو فقیر کو بھی لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کا موقع مل جائے۔ اللہ تعالیٰ فقیر اور دوسرے تمام احباب کی اس عاجزانہ کوشش کو قبول فرما کر قیامت کے دن شافع المذنبین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِیْ

لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

{میں نے اپنے مقالے کے ذریعے محمد ﷺ کی مدح نہیں کی لیکن محمد ﷺ کے نام سے میرے مقالہ کی عظمت ہو گئی}

قارئین کرام اگر کسی جگہ کوئی غلطی دیکھیں تو مطلع فرما کر احسان فرمائیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی

کان اللہ لہ عوضا عن کل شئی

مہتمم دار العلوم جھنگ، پاکستان

لفظ محبت کی تحقیق

رب ذوالجلال نے کائنات کی مختلف چیزوں کے درمیان ایک مقناطیسیت پیدا کردی ہے۔ اگر یہ مقناطیسیت بے جان چیزوں کے درمیان ہو تو اسے کشش کہتے ہیں مثلاً کشش ثقلا وغیرہ اور اگر یہ کشش دو جانداروں کے درمیان ہو تو اسے میل (میلان) کہتے ہیں۔ مشہور ضرب المثل ہے۔

اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ

(ہر جنس اپنی جنس کی طرف میلان کرتی ہے)

یہی میلان جب زیادہ ہو جاتا ہے تو محبت کہلاتا ہے۔ محبت کا لفظ حَبَّۃٌ سے مشتق ہے جس کا لفظی مطلب دانہ ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب بیج کو زمین میں ڈالا جائے تو یہ زمین کے اندر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس پر بارش پڑتی ہے، آفتاب چمکتا ہے تو پھر یہ اگتا ہے اور اس میں خوشنما پھول اور خوش ذائقہ پھل لگتے ہیں۔ اسی طرح جب محبت کا بیج دل کی زمین میں پڑتا ہے تو یہ نشو ونما پاتا ہے پھر احوال و کیفیات کے پھل پھول اور برگ و بار اس میں پیدا ہوتے ہیں۔

علمائے نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ لفظ کے اعتبار سے کسی مرغوب شے کی

طرف خاب کے انجذاب کومحبت کہتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی تعریف اس طرح کی ہے

''محبت طبیعت کا میلان ہے ایسی شے کی طرف جس سے لذت حاصل ہوتی ہے''۔

ملاں محمود قاشانی کے الفاظ میں

''محبت مطالعہ جمال کے لئے باطن کا میلان ہے''

حضرت سید محمد ذوقی شاہ صاحب قدس سرہ اپنی کتاب ''سر دلبران'' میں تحریر فرماتے ہیں

''محبت ایک مقناطیسی کشش ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن و جمال کی ایک جھلک دیکھ لینا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا، دل میں اس کی رغبت اس کا شوق اس کی طلب وتمنا اور اس کے لئے بے چینی کا پیدا ہونا، اس کے خیال میں شب و روز رہنا، اس کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا، اس کے فراق سے ایذا پانا، اس کے وصال سے سیر نہ ہونا، اس کے خیال میں اپنا خیال، اس کی رضا میں اپنی رضا، اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا، یہ سب محبت کے کرشمے ہیں۔ اس کی حکومت عالمگیر ہے، ساری کائنات محبت ہی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ محبت سے ہی کائنات کا آغاز ہوا اور اسی محبت کی آخر تک فرمانروائی رہے گی۔ ذرہ ذرہ میں محبت کے اثرات نمایاں ہیں، جمادات، معدنیات اور وہ اشیاء جنہیں عام طور پر غیر ذی روح قیاس کیا جاتا ہے وہ بھی محبت کی ہمہ گیری سے محفوظ نہیں''

جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوری ''رحمۃ للعالمین'' میں حدیث شریف ''وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”محبت ہی قوت قلب ہے ، محبت ہی غذائے روح ہے، محبت ہی قرۃ عین ہے،
محبت ہی حیات الابدان ، دل کی زندگی ، زندگی کی کامیابی بلکہ کامیابی کو دوام
بخشنے والی ہے غرض محبت ہی سب کچھ ہے“

محبت سے علاقہ پیدا ہوتا ہے یعنی دل کسی کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اس تعلق کو ارادہ قوی بناتا ہے تو کشش اور جذب پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد سوزش اور ہمہ وقتی جلن، اس کے بعد درد سے دل آشنا ہو جاتا ہے۔ اس میں ترقی ہوتی ہے تو شغف کا تسلط ہوتا ہے اور محبت کا اثر قلب تک پہنچ جاتا ہے۔ مصائب کی برداشت آ جاتی ہے اور موانع سبک نظر آتے ہیں۔ قرب کی تدبیر کی لگن ہوتی ہے۔ محبوب کے علاوہ سب تفکرات ختم بلکہ محبوب کی محبت دل پر حکمران بن جاتی ہے۔

مشہور فلسفی حکیم بوعلی سینا نے دعویٰ کیا ہے کہ محبت مجردات، فلکیات، عنصریات، معدنیات، نباتات و حیوانات سب میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ علمائے ریاضی نے کہا ہے کہ اعداد متحابہ بھی ہوتے ہیں۔ یعنی بعض اعداد میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مناسبت رکھتے ہیں۔

محبت کی تعریف

بعض محققین کا خیال ہے کہ محبت کی تعریف نہیں کی جا سکتی، اس کی یافت محض وجدان ہی سے ہو سکتی ہے لہٰذا محبت کی تعریف خود اس کا وجود ہے۔ اس خیال میں اس بنا پر صداقت پائی جاتی ہے کہ محبت ایک جذبہ ہے اور جذبہ کا ادراک ذوق و وجدان سے ہو سکتا ہے نہ کہ عقل سے۔ اسی لئے خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

اَلْمُحَبَّةُ حَالَةٌ لَا يُعَبَّرُ عَنْهَا مَقَالَةٌ

(محبت ایک حال ہے اس کی تعبیر الفاظ سے نہیں ہو سکتی)

یوں کہنا چاہئے کہ

محبت حال است و حال ہرگز قال نشود

(محبت ایک حال ہے جو کہ ہرگز قال نہیں بن سکتا)

تاہم بعض مشائخ نے سالکین کے فائدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے محبت کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ان کے چند اقوال درج ذیل ہیں۔

① حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ محبت کیا چیز ہے؟ فرمایا

کاس لھا وھج اذا استقر فی الحواس و سکن فی النفوس تلاشی

{ایک پیالہ ہے (آگ کا) جو خوب بھڑکتا ہے جب حواس کے اندر قرار پکڑتا ہے اور نفوس میں قائم ہو جاتا ہے تو فنا کر دیتا ہے}

یعنی تمام وجود کو محو کر دیتا ہے اور اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے پس اس کا نام محبت اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ دل سے ماسوائے محبوب ہر چیز کو محو کر دیتی ہے۔

② حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی تعریف اس طرح کی

المحبۃ استقلال الکثیر منک و استکثار القلیل من حبیبک

(محبت یہ ہے کہ اپنے کثیر کو قلیل جانے اور محبوب کے قلیل کو بھی کثیر جانے)

اس لئے مثل مشہور ہے کہ طل من الحبیب و ابل (محبوب کی طرف سے ہلکی پھوار بھی زوردار بارش کی مانند ہوتی ہے)۔مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو بے حد و حساب نعمتیں دینے کے باوجود فرمایا

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع تھوڑی سی ہے)

جب کہ مؤمنین نے محدود ذکر کیا تو پھر بھی ان کے لئے کثیر کا لفظ استعمال فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالذّٰاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰاكِرَاتِ

(کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں)

اسی مفہوم کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

؎ گرچہ اندک بود انعام تو باشد بسیار

ورچہ بسیار کنم شکر تو باشد اندک

{اگر چہ تیرا انعام کم بھی ہو پھر بھی بہت ہے اور اگر میں تیرا بہت شکر ادا کروں پھر بھی کم ہے}

3 سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

المحبة دخول صفات المحبوب على البدل من صفات المحب

{محبت یہ ہے کہ محبّ کی ساری صفات محو ہو جائیں اور محبوب کی صفات اس میں آ جائیں}

اسی مفہوم کو کسی نے دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے

المحبة محو الحبيب لصفاته و اثبات المحبوب بذاته

{محبت یہ ہے کہ محبّ کی ساری صفات محو ہو جائیں اور محبوب کی ذات کا اس جگہ اثبات ہو}

جب بلب روشن ہو جاتا ہے تو دور سے آگ کا گولہ نظر آتا ہے اس کا شیشہ وغیرہ نظر نہیں آتا اسی طرح محبت کی وجہ سے محبّ کا اپنا آپ مٹ جاتا ہے فقط محبوب کی صفات نظر آتی ہیں۔

روایت ہے کہ مجنوں کا عشق کمال درجہ کو پہنچ گیا تو اس سے کسی نے کہا ''دیکھو وہ

لیلیٰ آ رہی ہے''۔ مجنوں حالت استغراق میں چونک پڑا اور بولا ''میں ہی تو لیلیٰ ہوں''

؎ لیلیٰ و من یکے بودیم دو می نمودیم
نابود شد آن نمود و یک شدیم

{میں اور لیلیٰ ایک تھے لیکن دو نظر آتے تھے یہ نمود نابود ہو گئی پس ہم ایک بن گئے}

ہوتا یہی ہے کہ

؎ عشق و عاشق محو گردد ایں مقام
خود ہماں معشوق ماند والسلام

{اس مقام پر عشق و عاشق ختم ہو جاتے ہیں اور فقط محبوب رہ جاتا ہے بس سلام ہو}

4 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

المحبة حجاب بين المحب و المحبوب
فاذا فنى المحب عن المحبة وصل بالمحبوب

{محبت تو خود محبّ و محبوب کے درمیان ایک پردہ ہے جب محبّ محبت سے فنا ہو جاتا ہے تو محبوب میں واصل ہو جاتا ہے}

کسی عارف کا قول ہے کہ لفظِ ''حُــب'' دو حروف سے مرکب ہے ''ح'' اور ''ب'' سے۔ ''ح'' سے اشارہ روح کی طرف اور ''ب'' سے اشارہ بدن کی طرف۔ پس جو شخص محبت کے راستے میں قدم رکھتا ہے تو اس کو تن اور من فدا کرنے پڑتے ہیں۔

5 حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

حقيقة المحبة قيامک مع محبوب بخلع اوصافک

{محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے اوصاف کو چھوڑ کر محبوب کی ذات سے قائم ہو جائے}

6 حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

لا تصلح المحبة بين الاثنين حتى يقول الواحد للآخر يا انا

{دو شخصوں میں محبت اس وقت تک درست نہیں جب تک ایک دوسرے کو نہ کہے اے ''میں''}

7 حضرت ابو عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

حقيقة المحبة ان تهب كلك لمن احببت ولا تبقى لک من شئى

{محبت کی حقیقت یہ ہے کہ اپنا سب کچھ محبوب کے سپرد کر دے اور اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑے}

اس کی بہترین مثال حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا عمل ہے کہ انہوں نے اپنا سارا مال نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا

8 حضرت ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کے متعلق فرمایا ہے۔

ما لم تخرج من كليتک لم تدخل فى حد المحبة

{جب تک تو اپنے بارے میں بے اختیار نہ ہو جائے محبت کے دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا}

9 حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی تعریف یوں کی ہے

الموافقة فى جميع الاحوال يعنى موافقة الحبيب فى المشهد و

المغیب

{محبت یہ ہے کہ ہر حال میں محبوب سے موافقت کرے یعنی حاضر و غائب ہر حال میں}

کسی شاعر نے کہا ہے

وَ لَوْ يَقُلْ لِیْ مُتْ مُتُ سَمْعًا وَ طَاعَةً
وَ قُلْتُ لِدَاعِیْ الْمَوْتَ اَهْلاً وَ مَرْحَباً

{اگر محبوب کہے کہ مر جاتو یہ حکم مان کر مر جاتا ہوں اور موت کے داعی کو خوش آمدید کہتا ہوں}

⑩ حضرت ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

المحبۃ ایثار المحبوب علی جمیع المصحوب

{محبت یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر محبوب کو اختیار کرے}

⑪ حضرت خواجہ یحیٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کے متعلق فرمایا ہے۔

حقیقة المحبة مالا تنقص بالجفاء و مالا تزید بالبر و العطاء

{محبت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ جفائے محبوب سے کم نہیں ہوتی اور اس کی نیکی وعطا سے بڑھتی نہیں}

یعنی کمال محبت میں جفا وفا کے برابر ہوا کرتی ہے۔

⑫ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو مجنوں سمجھ کر قید کر دیا گیا۔ چند لوگ ملنے کیلئے آئے تو آپ نے پوچھا من انتم (تم کون ہو)۔ انہوں نے کہا احبائک (تمہارے دوست)۔ آپ نے ان کی طرف پتھر پھینکے تو وہ بھاگنے لگے۔ آپ نے فرمایا لو کنتم احبائی ما فررتم من بلائی (اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری آزمائش سے نہ بھاگتے)۔

اسی مضمون کو کسی اہل دل نے یوں بیان کیا ہے

بلا از دوست عطا ست و از عطا نالیدن خطا ست

{دوست کی طرف سے مصیبت بھی عطا ہوتی ہے اور عطا سے بھاگنا خطا ہے}

اسی وجہ سے وصال شیرازی نے کہا ہے۔

ے تو از جفا و ستم بر من آنچہ خواہی کن
بکن کہ من نہ کنم دامنت رہا اے دوست

{اے دوست تو مجھ پر جفا و ستم جو چاہے کر مگر میں نے تیرا دامن نہیں چھوڑنا}

⑬ کسی عارف نے محبت کے متعلق یوں کہا ہے۔

من سکر بکاس المحبة لا یصحوا الا باالمشاھدة.

{جو شخص کہ ساغر محبت سے مست ہوا وہ مشاہدہ محبوب سے ہی ہوشیار ہو سکتا ہے}

⑭ مندرجہ بالا تمام تعریفات کا خلاصہ حضرت شبلی کے اس قول میں نظر آتا ہے

اَلْمُحَبَّةُ اِیْثَارٌ مَا یُحِبُّ الْمَحْبُوْبُ وَ اِنْ کَرِھْتَ
وَ کَرَاھَةٌ مَا یَکْرَہُ الْمَحْبُوْبُ وَ اِنْ اَحْبَبْتَ

{محبت اس چیز کو اختیار کرنا ہے جس کو محبوب دوست رکھتا ہے اگر چہ وہ چیز تجھے ناپسند ہو اور اس چیز کو مکروہ سمجھنا ہے جس کو محبوب مکروہ سمجھے اگر چہ وہ چیز تجھے پسند ہو}

⑮ اس مقام پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے

المحبة محو الحبیب بصفاتہ و اثبات المحبوب بذاتہ

{محبت یہ ہے کہ محب اپنی تمام صفات کی نفی کرے اور محبوب کی ذات کا اثبات کرے}

⑯ فقیر کے نزدیک محبت ایک اضطراب ہے جو وصل محبوب کے بغیر ختم نہیں ہوتا ، ایک آگ ہے جو مشاہدہ محبوب کے بغیر ٹھنڈی نہیں ہوتی ۔ کسی محبّ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تنہائی میں چیخ چیخ کر رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''آگ، آگ'' ۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے مگر دیکھا کہ آگ تو نہیں ہے ۔ پوچھا، کہ آگ کہاں لگی ہے؟ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر کہا نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ (وہ اللہ کی آگ جو سلگائی گئی ہے اور دلوں تک پہنچتی ہے)

پس شفائے علیل لقائے خلیل سے ہی ممکن ہے اور اسی کا نام محبت ہے ۔ یہ وہ پیاس ہے جو کبھی نہیں بجھتی ۔

شَرِبْتُ الْحُبَّ كَاْساً بَعْدَ كَاْسٍ
فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَ مَا رَوِيْتَ

{میں نے شراب محبت کے جام پر جام لنڈھائے ، نہ ہی شراب ختم ہوئی اور نہ ہی میں سیراب ہوا}

لفظ عشق کی تحقیق

◉ عشق کے لغوی معنی ہیں کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہو جانا۔ المنجد میں ہے کہ **عشق و عشقا و معشقا...... تعلق به قلبه** (جس کے ساتھ دل لگ جائے) چنانچہ **عشق بالشئی** کے معنی ہیں **لصق به** (وہ اس کے ساتھ چمٹ گیا)

◉ عشق کا لفظ ماخوذ ہے ''عشقہ'' سے اور وہ ایک پودا ہے جو سرسبز و شاداب ہوتا ہے لیکن پھر مرجھا جاتا ہے اور زرد پڑ جاتا ہے۔

◉ ہندی میں ''عشق پیچاں'' ایک بیل کو کہتے ہیں جو درخت سے لپٹ جاتی ہے اور اس کو بے برگ و بار کر دیتی ہے پھر وہ زرد ہو جاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عشق جب قلب عاشق میں سما جاتا ہے تو اس کو زرد چہرہ اور لاغر بدن بنا دیتا ہے۔ اردو زبان میں اس بیل کو ''آکاش بیل'' کہتے ہیں۔

◉ بعض کا خیال ہے کہ عشق کا لفظ غیر مشتق ہے وہ خود اپنا مادہ ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ عشق کا لفظ قرآن مجید میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اصل عربی کی رو سے عشق کے معنوں میں ذرا کراہت پائی جاتی ہے۔ قاموس میں عشق کو جنوں کا ایک حصہ بتایا ہے۔ رہی بات حدیث پاک میں اس کے استعمال کی تو مسند احمد بن حنبل میں حدیث نمبر ۲۰۴۷۷ میں ایک باندی کے تذکرے میں

''عشقها '' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

◉ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں عشق کو فرط محبت سے تعبیر کیا گیا ہے پس ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)

◉ جب انسان کے قلب پر شدید محبت کا تسلط ہو جاتا ہے تو وہ محبوب کے سوا ہر چیز سے اندھا ہو جاتا ہے۔ یہ محبت اس کے جسم کے تمام اجزاء میں جاری وساری ہو جاتی ہے۔ اس کی نظر ہر شے میں محبوب ہی کو دیکھتی ہے اور ہر صورت میں اس کو محبوب ہی جلوہ گر نظر آتا ہے۔ شاعر نے کہا

وَاللّٰهِ مَا طَلَعَتْ شَمْسَ وَ لاَ غَرَبَتْ
اِلاَّ وَ اَنْتَ فِیْ قَلْبِیْ وَ وِسْوَاسِی
وَ لَا جَلَسْتُ اِلٰی قَوْمٍ اُحَدِّثُهُمْ
اِلاَّ وَ اَنْتَ حَدِیْثِیْ بَیْنَ جُلاَّسِیْ
وَ لاَ هَمَمْتُ بِشُرْبِ الْمَاءِ مِنْ عَطَشٍ
اِلاَّ رَاَیْتُ خَیَالاً مِنْکَ فِیْ الْکَاْسِ
وَ لاَ ذَکَرْتُکَ مَحْزُوْناً وَ لاَ طَرْباً
اِلاَّ وَ حُبُّکَ مَقْرُوْنٌ بِاَنْفَاسِی
فَلَوْ قَدَرْتُ عَلَی الْاِتْیَانِ زُرْتُکُمْ
سَحْباً عَلَی الْوَجْهِ اَوْ مَشْیًا عَلَی الرَّاْسِ

{اللہ کی قسم نہ سورج طلوع ہوتا ہے اور نہ غروب ہوتا ہے ، مگر تو میرے دل

اور میری سوچوں میں ہوتا ہے اور نہ ہی میں کسی قوم میں باتیں کرنے بیٹھتا ہوں مگر میری زبان پر تیرا ہی تذکرہ ہوتا ہے اور نہ ہی کبھی پیاس کی حالت میں پانی پینے کا ارادہ کرتا ہوں مگر پیالہ کے پانی میں بھی تیری تصویر کا خیال آتا ہے میں نے کبھی تیرا ذکر غمی یا خوشی کے عالم میں نہیں کیا مگر اس حال میں کہ تیری محبت میرے سانسوں کے اندر لپٹی ہوتی ہے۔ اے کاش کہ اگر تیرے دیدار کیلئے آنے کی قدرت حاصل ہوتی تو میں رخسار کے بل یا سر کے بل پر چل کر حاضر ہوتا}

شاعر کی اس قلبی کیفیت کا نام عشق رکھا گیا ہے۔ اہل زبان نے کہا ہے کہ محبت جب محویت اور شدت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

- ابن منصور نے لسان العرب میں بیان کیا ہے۔

العشق فرط الحب و قیل هو عجب المحب بالمحبوب یکون فی عفاف الحب و دعا ربہ

{عشق محبت کی زیادتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے عشق محب کا محبوب کے ساتھ والہانہ شغف ہے جو محبت کی پارسائی اور غیر پارسائی دونوں طرف ہو سکتا ہے}

- احمد بن یحیٰ سے جب پوچھا گیا کہ عشق اور محبت دونوں میں سے کون زیادہ قابل ستائش ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ **الحب** (محبت) **لان العشق فیه افراط** (چونکہ عشق میں زیادہ افراط ہوتا ہے)

- بعض عارفین کا قول ہے

العشق تجاوز عن الحد فی المحبة

{عشق محبت میں حد سے تجاوز کرنا ہے}

◉ بعض نے کہا

اَلْعِشْقُ عِبَارَةٌ عَنْ اِفْرَاطِ الْمُحَبَّةِ وَ شِدَّتِهَا
وَ الْمُحَبَّةُ اِذَا شُتَدَّتْ وَ قَوِيَتْ سُمِّيَتْ عِشْقًا

{عشق افراط محبت یا شدت محبت کا نام ہے۔ محبت جب شدید ہو جاتی ہے اور قوی ہو جاتی ہے تو اس کا نام عشق ہو جاتا ہے}

عشق افراط محبت گفتہ اند
اندریں معنی چہ نیکو سفتہ اند

{عشق محبت کی افراط اور زیادتی کا نام ہے اور اس کام میں کئی نیکو کار بھی مبتلا ہیں}

◉ حضرت ذوقی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انسان سب سے اعلیٰ و ارفع مخلوق ہے ''بعد از خدا بزرگ توئی''۔ انسان کامل ہی کی شان ہے اسی لئے محبت کا انتہائی مرتبہ یعنی عشق بھی انسان ہی کے حصے میں آیا۔ کوئی انسان اس کی حکمرانی سے آزاد نہیں۔ کوئی شخص نہیں جسے یہ بیش بہا جوہر عنایت نہ ہوا ہو''۔

◉ عشق کی برکت سے عاشق کو بے پناہ قوت حاصل ہو جاتی ہے وہ ابوالوقت اور ابوالحال بن جاتا ہے۔ انفس و آفاق اس کے زیر نگین ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ے عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

ایک اور جگہ لکھتے ہیں

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

◉ عشق وہ تریاق ہے کہ اگر مٹی میں شامل ہو جائے تو اسے بھی تاریخ کا حصہ بنا دیتا ہے قرطبہ کی جامع مسجد اور آگرہ کا تاج محل اس کی مثالیں ہیں۔ علامہ اقبال کی مشہور نظم ''مسجد قرطبہ'' کا ایک بند ہے۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو
عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں اور نام
عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسولؐ عشق خدا کا کلام
عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک
عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاس الکرام
عشق فقیہ حرم عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام
عشق کے مضراب سے نغمۂ تار حیات
عشق ہے نور حیات عشق ہے نار حیات

◉ عاشق کو وہ مضبوط ارادہ اور یقین محکم حاصل ہوتا ہے کہ اسے کسی طرح کا خوف

دامن گیر نہیں ہوتا۔

؎ مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما ممکن است

{مومن عشق سے ہے اور عشق مومن سے ہے اور عشق کے لئے ہمارا ناممکن بھی ممکن ہے}

◉ علم ادب میں لفظ خلق کی طرح عشق بھی اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ جس طرح خلق کا مذموم پہلو بیان کرنے کے لئے اہل زبان ''سوء خلق یا خلق بد'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں اسی طرح عشق کا مذموم پہلو بیان کرتے ہوئے ''عشق مجازی یا ہوس'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جبکہ عشق حقیقی یا عشق کامل وابستگی کے مثبت پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔

عشق کی تعریف

❶ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''لمعات'' میں عشق کی حقیقت اس طرح واضح کی ہے۔ ''بندہ مومن جس کا اعتقاد ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہیں۔ اپنے کمالات کو ان ہی کے ذکر پر موقوف سمجھتا ہے اور وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے نام کو یاد کرتا رہتا ہے اور ان کی نعمتوں اور رعنائیوں کو ملاحظہ کرتا رہتا ہے۔ اس حال پر مداومت کی وجہ سے اس کے دل میں بے قراری، اضطراب اور قلق و جوش کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ کا نام مبارک بھی زبان پر نہیں لا سکتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح جسم سے پرواز کر جائے گی۔ بقول شاعر

وَ يُذْكِرُنِيْ فِيْ ذِكْرِهَا قَشْعُرِيْرٌ
لَهَا بَيْنَ جِلْدِ وَالْعِظَامِ دَبِيْبٌ

{مجھے اپنے محبوب کے ذکر کے وقت کپکپی سی ہوتی ہے میری جلد اور ہڈیوں میں اس کی باریک سی حرکت محسوس ہوتی ہے}

غرض جب نفس میں یہ کیفیت متمکن ہو جاتی ہے تو جو ہر قلب میں اتر جاتی ہے اور نفس ناطقہ پر اس کا رنگ چڑھ جاتا ہے تو اس کو نسبت عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔

❷ حضرت شیخ ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کے متعلق فرمایا ہے

"العشق الالفة رحمانية و الهام شوقي اوجبها الله على كل ذى روح ليحصل به اللذة العظمى التى لا يقدر على حصولها الا بتلك الالفة و هى موجودة فى النفس و مراتبها مقررة عند اربابها فما احد الا عاشق يستدل به على قدر طبقة من الخلق ولذالک کان اشرف المذاهب فى الدنيا مراتب الذين زهدوا فيها مع كونها معائنة ومالوا الى الآخرة مع كونها من جرابهم عنها بصورة لفظ (تذکرۃ السلوک ص283)

{عشق ایک الفت رحمانی اور الہام شوقی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر ذی روح پر واجب کیا ہے تا کہ عشق ہی کی وجہ سے انہیں بڑی لذت حاصل ہو۔ جس کو وہ بجز الفت کے اور کسی طرح حاصل نہیں کر سکتے تھے اور یہ الفت نفس میں موجود ہے اور اس کے مراتب ارباب الفت کے نزدیک مقرر ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں مگر وہ کسی نہ کسی ایسی چیز پر عاشق ہوتا ہے جس سے وہ اپنے طبقے

کے لوگوں کی راہ پاتا ہے۔ اسی لئے ان لوگوں کا مرتبہ دنیا میں اشرف ہے جنہوں نے دنیا کو جو سامنے موجود ہے چھوڑ دیا ہے اور آخرت کی طرف مائل ہو گئے ہیں جس کا انہوں نے صرف ذکر ہی سنا ہے!

3. امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

"مرد کو چاہئے کہ دریائے عشق میں غواصی کرے اگر اس کی موج مہر اس کو ساحل تک پہنچا دے تو **فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْمًا** (وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا اور اگر نہنگ قہر اس کو نگل جائے تو **فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ** (اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہو گیا)۔ عشق جب دل میں جاتا ہے خون کر دیتا ہے، جب یہ آنکھ میں پہنچتا ہے اسے دریا بنا دیتا ہے، جب کپڑوں میں پہنچتا ہے پھاڑ دیتا ہے، جب جان میں پہنچتا ہے اسے مٹی بنا دیتا ہے، جب مال میں پہنچتا ہے تے بنا دیتا ہے۔ عشق جنون الٰہی ہے"۔

4. حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

" العشق نار یقع فی القلب فاحرقت ماسوی المحبوب "

(عشق ایک آگ ہے جو دل میں ہوتی ہے اور محبوب کے ماسوا ہر چیز کو جلا ڈالتی ہے)

5. مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "عاشق محو عشق و عشق محو در معشوق"

~ عشق و عاشق محو گردد زیں مقام
خود ہماں معشوق ماند و السلام

(اگر عشق و معشوق اس مقام سے فراموش ہو جائیں تو صرف معشوق ہی باقی بچے گا اور بس)

6 حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''عشق از مواہب است نہ از مکاسب'' (عشق وہبی چیز ہے کسبی چیز نہیں ہے)۔

اس کو مرزا غالب نے یوں الفاظ کا جامہ پہنایا تھا کہ

؎ عشق پہ زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

7 حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، عشق وہبی صرف است وبخششے خاصہ است'' (عشق تمغہ خدائی ہے اور خاص انعام ہے)۔ ان ہی کا شعر ہے

؎ عشق بازی اختیار ما نہ بود
ہر کہ ایں اخواہند برسر می نہند

(عاشقی ہمارا اختیار نہیں جو اس میں پڑتا ہے اس کو اپنے سر پر بٹھاتا ہے)

8 مولانا مسعود بک چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کے کمالات کو اس طرح واضح کیا ہے

اے عزیز عشق بدل رود خون کند، وچوں بدیدہ رسد جیحوں کند، وچوں بجامہ رسد چاک کند، وچوں بجاں رسد خاک کند، وچوں بمال رسد تے کند، العشق جنون الٰہی۔

(اے عزیز! عشق جب دل میں جاتا ہے خون کر دیتا ہے، جب یہ آنکھ میں پہنچتا ہے اسے دریا بنا دیتا ہے، جب کپڑوں میں پہنچتا ہے پھاڑ دیتا ہے، جب جان میں پہنچتا ہے اسے مٹی بنا دیتا ہے، جب مال میں پہنچتا ہے تے بنا دیتا ہے، عشق جنون الٰہی ہے)

کسی شاعر نے کہا

کشتۂ تیغ عشق را غسل و کفن چہ حاجت است
زانکہ شہید شوق تو بار کفن نمی کشد

{عشق کی تلوار سے شہید کے لئے غسل اور کفن کی ضرورت نہیں کیونکہ اس راہ شوق کا شہید کفن کا بوجھ برداشت نہیں کرتا}

⑨ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عاشق صادق کون ہے؟ فرمایا

اذا رایت رجلاً حزین الوجہ مفقود القلب ، مغلوب العقل ، شدید البکاء ، طالب الموت و الفناء ومع ذلک یراعی الادب و یتفق الاوقات فھو عاشق صادق .

{جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو پریشان صورت ہو، مفقود القلب ہو، مغلوب العقل ہو، بہت رونے والا، موت کا طلبگار اور فنا کا دلدادہ، اس سب کچھ کے باوجود اس میں ادب ہو اور پابند اوقات ہو تو سمجھ لو کہ وہ عاشق صادق ہے}

⑩ مخدوم شرف الدین احمد یحیٰ سیزی سے کسی نے پوچھا کہ عشق کیا ہے؟ فرمایا ''عشق فرط محبت کو کہتے ہیں''۔ کسی نے دریافت کیا کہ عشق کا رنگ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا ''تمام عالم لون از عشق گیرند'' یعنی تمام جہان عشق کے رنگ سے رنگین ہے۔ پھر آپ نے اشعار پڑھے۔

عشق ام کہ در دو کون و مکانم پدید نیست
عنقائے مغربم کہ نشانم پدید نیست
با ابرو و بہ غمزہ جہاں صید کردہ ام
منکر مداں کہ تیر و کمانم پدید نیست

چوں آفتاب در رخ ہر ذرہ ظاہرم
از غایت ظہور عیانم پدید نیست
گویم بہر زبان و بہر گوش بشنوم
ایں طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست
چوں ہر چہ ہست در ہمہ عالم ہمہ منم
مانند در دوعالم ازانم پدید نیست

{میں وہ عشق ہوں کہ میں دونوں جہان میں ظاہر نہیں ہوں، میں مغرب کے وقت کا عنقا پرندہ ہوں لہٰذا میرا نشان کوئی نہیں ہے۔ ابرو اور ناز انداز سے میں نے دونوں جہاں کو شکار کر لیا ہے۔ اے منکر! یہ مت جان کہ میرے تیرو کماں ظاہر نہیں ہیں میں سورج کی طرح ہر ذرے کے رخ میں ظاہر ہوں۔ میں انتہائے ظہور میں عیاں ہوں لیکن ظاہر نہیں ہوں۔ میں ہر زبان میں کہتا ہوں اور ہر کان میں سنتا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ میری زبان اور کان ظاہر نہیں ہیں تمام عالم میں جو کچھ ہے وہ سب میں ہی ہوں دونوں عالم کی طرح کہ وہ مجھ سے ہیں لیکن ظاہر نہیں ہے}

پھر آپ نے فرمایا، بعض کہتے ہیں کہ عشق آگ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو عاشق کا منہ آنسوؤں میں غرق کیسے ہوتا؟ بعض کا قول ہے عشق پانی ہے، ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگر عشق پانی ہوتا تو ہزاروں دل اس سے سوختہ کیوں ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ عشق زہر ہے۔ تو پھر پوچھا جائے گا کہ عشق میں شور و شغب کیوں ہے؟ اگر کہیں کہ عشق محنت ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کو جان کے بدلے کیوں خریدتے ہیں؟ اگر کہیں کہ عشق راحت ہے تو پھر یہ سوزش کیسی ہے؟ بہر حال ہر ایک نے اپنے انداز سے عشق کی تعبیر کی ہے۔ مگر نہ ہی عبارت سے یہ ادا ہوا اور نہ ہی کوئی اشارہ صحیح

ثابت ہوا۔

مشائخ طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ عشق نے دل کو محبوب کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ قرار نہ پکڑ اور جان کو یہ پیغام دیا کہ نشاط سے قطع تعلق کر اور سر سے کہا کہ راحت سے دور رہ، چہرے سے کہا کہ اپنا رنگ فق کر دے، تن سے کہا کہ قوت کو رخصت کر، آنکھوں سے کہا کہ موتی بہا اور حال کو حکم دیا کہ تیرہ و تار ہو جا، زبان کو فنا کر، دوستوں سے جدائی اختیار کر، کونین کو طلاق دے اور دونوں عالم سے جدا ہو جا۔

⑪ شاعر کے نزدیک عشق وہ قوت ہے کہ جو طور سینا کے باطن کا نور بخشتا ہے۔ مگر اس کے لئے اہل دل کا قلب ہونا چاہئے۔ اہل ہنر کو عشق ید بیضا جیسی معجزہ نما قوت اور صلاحیت عطا کرتا ہے۔ عشق کی قوتوں کے سامنے ہر ممکن اور موجود شئی شکست کھا جاتی ہے۔ یوں سمجھیں کہ ساری کائنات تلخ ہے اگر شیریں ہے تو عشق ہے۔ ہمارے افکار میں گرمی عشق کی آگ ہی سے بھڑکتی ہے۔ تخلیق کرنا اور جان ڈالنا سب عشق ہی کے کرشمے ہیں عشق حیوان اور انسان سب کے لئے کافی ہے سچ پوچھو تو دونوں عالم کے لئے عشق ہی سب کچھ ہے۔ اب درج ذیل اشعار پڑھئے اور قند مکرر کے مزے لیجئے۔

عشق صیقل می زند فرہنگ را
جوہر آئینہ بخشد سنگ را
اہل دل را سینہء سینا دہد
با ہنر منداں یدِ بیضا دہد
پیش او ہر ممکن و موجود مات
جملہ عالم تلخ و او شاخ نبات

گرمی افکار ما از نار اوست
آفریدن جاں دمیدن کار اوست
عشق مور و مرغ و آدم را بس است
عشق تنہا ہر دو عالم را بس است

{عشق دانش کو چمک دار کر دیتا ہے اور پتھر کو آئینہ بننے کی صلاحیت دیتا ہے اہل دل کو طور سینا جیسا سینہ دیتا ہے اور عشاق کو ید بیضا دیتا ہے اس کے سامنے ہر ممکن و موجود فنا ہے اور جملہ عالم تلخ ہے اور وہ مصری کی ڈلی ہے ہمارے افکار کی گرمی اس کی آگ سے ہے جاں کا پیدا کرنا اس کا کام ہے۔ چیونٹی پرندے اور انسان کیلئے عشق کافی ہے بلکہ دونوں عالم کے لئے فقط عشق کافی ہے}

⑫ فقیر کے نزدیک عشق وہ جذبہ ہے کہ جس سے مغلوب ہو کر عاشق وصل محبوب کا نعرہ لگاتا ہے، بے قرار ہو کر خود کو گم کر بیٹھتا ہے۔ جب اس کی ابتدا جان دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اس کی انتہا کا خود اندازہ لگائیں۔ اگر کوئی عشق کا نظارہ کرنا چاہے تو درد دل کو تلاش کرے، جہاں پائے گا عشق نظر آ جائے گا۔ عراقی نے سچ کہا ہے:

؎ بعالم ہر کجا کہ درد دل بود
بہم کردند و عشقش نام کردند

{جہان میں جہاں کہیں درد دل موجود تھا۔ سب کو جمع کیا اور اس کا نام عشق رکھ دیا}

اور حالی نے اس مضمون کو یوں باندھا ہے

؎ سنتے تھے جسے عشق یہی ہوگا وہ شاید
خود بخود دل میں ہے اک شخص سمایا جا

عشق رسول ﷺ کے اسباب

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَ حُسْنُکَ وَاحِدٌ
وَ کُلٌّ اِلٰی ذَاکَ الْجَمَالَ یُشِیْرُ

انسانی فطرت ہے کہ وہ دوسروں کے خصائص و کمال اور حسن و جمال وغیرہ سے متاثر ہو کر ان سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو رب کائنات نے وہ بلند شان عطا کی کہ آپ کو ہر خوبی علی وجہ الکمال عطا کی گئی۔ اسی وجہ سے ہر مومن اپنے پیارے نبی اکرم ﷺ سے بے ساختہ پیار اور عشق کرتا ہے درج ذیل میں عشق رسول کے اسباب کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

① محبوب رب ذوالجلال

نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے کی پہلی اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ رب العزت کے بھی محبوب ہیں۔ جب خالق کون و مکاں کو آپ سے محبت ہے تو پھر مومن کو آپ سے محبت کیوں نہ ہو ۔قرآن مجید نبی اکرم ﷺ کے کمال و جمال پر سب سے بڑا گواہ ہے۔ قرآن مجید کی عملی تفسیر حیات نبوی ﷺ، ذات و صفات کی آیات عقائد نبوی ﷺ، احکام کی آیات اعمال نبوی ﷺ،

تکوین کی آیات استدلال نبوی ﷺ، توجہ الی اللہ کی آیات خلوت نبوی ﷺ، تربیت کی آیات جلوت نبوی ﷺ، قہر وغضب کی آیات جلال نبوی ﷺ، مہر و رحمت کی آیات جمال نبوی ﷺ، نفی غیر کی آیات فنائیت نبوی ﷺ، اثبات حق کی آیات بقائیت نبوی ﷺ، رحمت کی آیات رجاء نبوی ﷺ، عذاب کی آیات خوف نبوی ﷺ ہیں۔ جس طرح قرآن مجید کے علمی عجائبات کی انتہا نہیں اسی طرح سیرت نبوی ﷺ کے عملی عجائبات کی انتہا نہیں۔ ایسی مبارک ہستی سے محبت ہونا ایک فطری تقاضا ہے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو ایسی قدر و منزلت عطا کی ہے اس کے ثبوت قرآن مجید میں سے جا بجا ملتے ہیں۔ چند ایک پیش خدمت ہیں۔

دلیل 1 قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جب اپنے انبیا کرام سے گفتگو فرمائی تو انہیں ان کے نام سے مخاطب فرمایا۔ مثلاً یَـا آدَمُ، یَـا نُوحُ، یَـا زَکَرِیَّا، یَا اِبْرَاهِیمُ، یَا دَاوٗدَ، یَا عِیسٰی، یَا مُوسٰی لیکن اپنے محبوب ﷺ کو کبھی بھی نام لے کر مخاطب نہیں کیا۔ جب ضرورت پڑی تو فرمایا یَـا اَیُّهَا النَّبِیُّ، یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ یَـا اَیُّهَـا الْـمُـزَمِّلُ، یَا اَیُّهَا الْمُدَثِّرُ۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا بہت ہی زیادہ اکرام فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ

{بے شک ابراہیم کے قریب ترین لوگوں میں سے وہ ہیں جو اس کی پیروی کرتے ہیں اور یہ نبی ﷺ}

اس آیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذاتی نام لیا گیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کیلئے ذاتی نام کی بجائے نبی ﷺ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے۔

دلیل 2 ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً

{نہ پکارو اپنے درمیان رسول اللہ کو جیسے بلاتے ہو آپس میں ایک دوسرے کو}

اس آیت کریمہ میں مومنین کو منع کر دیا گیا کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو ہمارے محبوب کو اس طرح ہرگز نہ مخاطب کرو۔ گویا یا محمد ﷺ کے نام سے پکارنا بے ادبی ہے۔ تعظیمی القاب کے ساتھ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وغیرہ کہا کرو۔ ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اگر ذرا سی بھی بے ادبی ہوئی تو تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ کی شرافت وعزت کی وجہ سے خود بھی نام لے کر مخاطب نہ کیا اور ایمان والوں کو بھی منع فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

دلیل 3 مختلف قوموں نے اپنے انبیا کرام پر اعتراضات کیے۔ ان کی حق بات کو جھٹلایا حتیٰ کہ ان پر تہمتیں بھی لگائیں۔ قرآن مجید میں ایک طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام کی زبان مبارک سے ان اعتراضات کے جوابات دلوائے۔ مثلاً ایک قوم کی الزام تراشی کے جواب میں حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا **یا قوم لیس بی سفاهة** (نہیں میرے ساتھ دیوانگی) دوسری قوم کی الزام تراشی کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا **یا قوم لیس بی ضلالة** (اے قوم نہیں ہے میرے ساتھ گمراہی) لیکن جب نبی اکرم ﷺ کی قوم کے بدبخت لوگوں نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا طریقہ اور انداز ہی بدل دیا۔ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اس اعتراض کا جواب نہیں دلوایا بلکہ خود ہی منہ توڑ جواب پیش فرمایا کہ **وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ** (اور نہیں ہے تمہارا

ساتھی دیوانہ) ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کی خاطر فرمایا مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْن (نہیں ہے تو اپنے رب کی نعمت کے ساتھ دیوانہ) وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (بے شک آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں) اسی پر بس نہیں کی بلکہ فرمایا و ان لک لا جراً غیر ممنون (اور بے شک تیرے لئے اجر ہے جو کم نہیں کیا گیا)

اس پر بھی اللہ رب العزت جیسی حوصلہ مند ذات کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو یہ بھی فرمایا

فَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَهِیْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ مَنَّاعٍ لِلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ

(پھر بات نہ مان ہر اس بندے کی جو زیادہ قسمیں کھانے والا ہو، ذلیل کی، لوگوں میں عیب جوئی کرنے والے کی، چغلی کے ساتھ چلنے والے کی، بھلائی سے روکنے والے کی، حد سے نکلنے والے کی، گنہگار کی، پیچھا چھڑانے والے کی اور بعد اس کے زنا کی اولاد)

دلیل 4 قرآن مجید میں انبیا کرام سے عہد لینے کا تذکرہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ پہلے فرمایا

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْکَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَ اِبْرَاهِیْمَ

(اور جب ہم نے عہد لیا نبیوں سے اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ فرمانے لگے، کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ کی شان کتنی بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انبیا کرام کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ! کا ذکر مبارک سب سے پہلے کیا۔

دلیل 5 اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنا اور اپنے محبوب کا تذکرہ کیا تو واؤ

عاطفہ کے ساتھ عجیب انداز میں کیا

مَنۡ یُطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا

(جس شخص نے اطاعت کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بے شک وہ کامیاب ہوا بہت زیادہ)

دلیل 6 اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا درجہ عطا کیا۔ چنانچہ فرمایا:

مَنۡ یُطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ

(جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی)

دلیل 7 جن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ان کی بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہوگئی

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ

(بے شک جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے)

دلیل 8 ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ پس رب کائنات نے آپ کا ذکر اتنا بلند کیا کہ کلمے میں آپ کا تذکرہ کیا۔ غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ میں لفظ اللہ اور محمد کے درمیان کوئی حرف یا لفظ وغیرہ نہیں ہے۔ مزید برآں اگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بارہ حروف ہیں تو مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کے بھی بارہ حروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اذان میں بھی اپنے محبوب کا تذکرہ شامل فرمایا۔ اسی طرح نماز میں بھی نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ شامل فرمایا یہی

وجہ ہے کہ آج مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کوئی ملک ایسا نہیں جہاں اذان واقامت کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک نہ ہوتا ہو۔

دلیل 9 اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ۔عالمین عالم کی جمع ہے اس میں انسان، جن، حیوانات، جمادات سب ہی داخل ہیں ۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

(ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ بِرَفْعِ قَوْمٍ وَخَفْضِ اٰخَرِيْنَ میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تا کہ فرماں برداروں کو سر بلند کروں اور نافرمانوں کو پست کروں۔

(معارف القرآن)

اس حدیث پاک کی تشریح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

''میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تحفہ کے طور پر عطا فرمایا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا یہ ہدیہ قبول کیا وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس نے قبول نہ کیا وہ ذلیل وخوار ہوگا''

ایمان والوں کے لئے نبی رحمت سے قلبی تعلق کا حاصل ہونا ایک فطری تقاضا ہے ہر مومن زندگی کے ہر موڑ پر نبی رحمت کی رحمت کا محتاج نظر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس رحمت کا سایہ ہمیشہ ہمیں نصیب فرمائے۔

ے امی و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

{وہ ان پڑھ ہے اور تمام عالم کی باریکیاں جاننے والا ہے۔ بے سایہ ہے مگر سارے عالم پر سائبان کی طرح ہے}

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

(بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں)

اس آیت کریمہ میں اِنَّ کا لفظ تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغہ مضارع اس کے دوام اور ہمیشگی کی دلیل ہے گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ صاحب روح البیان نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کو مقام محمود یعنی مقام شفاعت عطا کرنا ہے۔ ملائکہ کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ و بلندی میں زیادتی کی دعا اور مومنین کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عظمت و مرتبے کا اس سے بڑا ثبوت اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ آپ پر اللہ رب العزت ہر وقت درود یعنی رحمتیں بھیجتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے محبوب ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ جب آپ اللہ رب العزت کے محبوب ہیں تو پھر مومنین کو تو آپ سے والہانہ محبت ہونی چاہئے۔ آپ ساری کائنات کے سردار سید الاولین و الآخرین اور سید الانبیاء ہیں۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من و جھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

{اے جمال والے اور سید البشر! تیرے نورانی چہرے سے چاند نور حاصل کرتا ہے۔ جیسے تیری حمد وثناء کا حق ہے ایسی حمد وثنا کرنا ممکن نہیں بعد اللہ کے سب سے زیادہ بزرگی آپ ہی کے لئے ہے}

② حسن وجمال

کسی سے محبت ہونے کی دوسری وجہ اس کا حسن و جمال ہوتا ہے۔ انسان خوبصورت شخصیت کو دیکھے خوب صورت چیز کو دیکھے یا خوبصورت منظر کو دیکھے تو دل بے اختیار اس کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسن و جمال عطا کیا تھا کہ اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

① حدیث پاک میں آیا ہے اللہ جمیل و یحب الجمال (اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے) جب اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے تو جس ذات کو اس نے اپنا محبوب بنایا اس ذات کو کتنا حسن وجمال عطا کیا ہوگا۔

نازاں ہے جس پر حسن وہ حسن رسول ہے
یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے
اے کاروان شوق یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا تو کانٹا بھی پھول ہے

② حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو۔ ہمارے نبی ان سب انبیا کرام میں سے صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے زیادہ احسن تھے۔ (شمائل ترمذی)

③ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے متعلق کہا

وَ اَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَ اَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءِ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

{آپ ﷺ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت بیٹا کسی عورت نے نہیں جنا۔ آپ ﷺ ہر عیب سے ایسے پاک پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ اپنی مرضی سے پیدا ہوئے ہیں}

④ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا پورا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی دیکھنے کی تاب نہ لاسکتے۔

⑤ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شیم الحبیب میں لکھتے ہیں کہ اتنے حسن و جمال کے باوجود آپ پر عام لوگوں کا اس انداز سے عاشق نہ ہونا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کی وجہ سے آپ ﷺ کا جمال کما حقہ غیروں پر ظاہر نہیں کیا گیا۔

⑥ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جمال کو تیرے کب پہنچے حسن یوسف علیہ السلام کا
وہ دل ربائے زلیخا تو شاہد ستار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

⑦ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور

میں ملیح ہوں یعنی جاذب نظر اور دلکش ہوں۔

8 مفسرین نے آیت مبارکہ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مُحَبَّةً مِّنِّی کے تحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں ملاحت پیدا کر دی تھی پس جو دیکھتا تھا دیوانہ ہو جاتا تھا۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کی ملاحت نے اگر فرعون جیسے دشمن کے دل کو نرم کر دیا تھا تو نبی اکرم ﷺ تو سراپا ملیح تھے آپ کی پرکشش شخصیت کیسی ہو گی۔

گر مصور صورت آں دل ستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

{اگر مصور اس دل ربا کی تصویر بنائے گا تو حیران ہوں کہ اس کے ناز و نزاکت کو کیسے ظاہر کرے گا}

9 سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں اتنی حیادار تھیں کہ میں نے عرب کی کنواری لڑکیوں میں بھی ایسی حیا نہیں دیکھی۔ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کی بجائے دلوں کو کاٹ لیتیں۔ (شرح شمائل)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں کہا

لنا شمس وللآفاق شمس

(ہمارا بھی ایک سورج ہے اور آسمانوں میں بھی ایک سورج ہے)

10 ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی شیما نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں تھکی ہوئی ہوں اگر آپ میرے بھائی محمد ﷺ کو ساتھ بھیجیں تو پھر میں بکریاں چرانے کے لئے جاؤں گی۔ والدہ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ جب میرا بھائی محمد ﷺ میرے ساتھ ہوتا ہے تو مشاہدہ کرتی ہوں کہ میری بکریاں جلدی

جلدی گھاس چر کر فارغ ہو جاتی ہیں اور جہاں میں اپنے بھائی کو گود میں لے کر بیٹھتی ہوں بکریاں میرے ارد گرد آ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ پھر میں اور میری بکریاں ہم سب اس بھائی کا خوبصورت چہرہ دیکھتے رہتے ہیں۔

اے ازل کے حسیں اے ابد کے حسیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

⑪ امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں غار ثور اور سفر ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! مجھے تیری گود ایک کھلے رحل کی مانند نظر آتی ہے اور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ اس رحل میں پڑے ہوئے قرآن کی مانند نظر آتا ہے اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تو مجھے ایک قاری کی مانند نظر آتا ہے جو بیٹھا ہوا اس قرآن کو پڑھ رہا ہے۔

⑫ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تو آپ کا چہرہ یوں نظر آتا کہ کَاَنَّهٗ وَرْقَةُ مُصْحَفٍ گویا وہ قرآن کا ورق ہیں۔

⑬ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ ایک صحابی رات کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے سامنے نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے سر کے اوپر چودھویں کا چاند چمک رہا تھا وہ صحابی تھوڑی دیر نبی علیہ السلام کے چہرہ انور کو دیکھتے پھر چاند کو دیکھتے بالآ خر دل نے فیصلہ دیا اور کہا **فاذا هو احسن عندی من القمر** (کہ میرے آقا چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ اے آسمان کے چاند تیرے حسن کے تذکرے اور چرچے دنیا میں ہیں مگر تیرے حسن و جمال کو عرب کے چاند سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ کہاں انصاف ہے
چاند پر ہیں چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

⑭ ربیع بنت مسعود صحابیہ رضی اللہ عنہا سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پوتے نے کہا کہ آپ ہمیں نبی اکرم ﷺ کا حلیہ بیان کریں۔ انہوں نے کہا لو لرائتہ لرائیت الشمس الطالعہ (اگر تو انہیں دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا)۔

⑮ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق یوں کہا:

من رأه بداهة هابه و من خالطه معرفة احبه فيقول ناعتالة لم ارقبله و لا بعده مثله

{جو کوئی یکا یک نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ جاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر آ بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا ان کی تعریف میں کہا کرتا کہ میں نے ان ﷺ جیسا نہ پہلے دیکھا نہ پیچھے دیکھا}

⑯ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے بعد میں پوچھا کہ کیا نبی اکرم ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا؟ وہ فوراً کہنے لگے لا بل کان مثل الشمس و القمر (نہیں نہیں نبی اکرم ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب کی مانند تھا)

⑰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ ازهر اللون كان عرقه كااللؤلؤ

{نبی اکرم ﷺ کا رنگ سفید تھا، پسینے کا قطرہ ایسے نظر آتا تھا جیسا کہ موتی}

⑱ حضرت خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

”نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ باوقار تھے۔ آپ ﷺ کی ہر ادا باوقار تھی“

⑲ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں

”نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا تھے۔ جب آپ

ﷺ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم آپ ﷺ کے چہرہ انور سے پہچان لیتے''

(20) حضرت عبداللہ بن سلام ﷛ فرمایا کرتے تھے کہ میں آپ ﷺ کو دیکھنے گیا

فلما تبينت وجهه عرفت ان وجهه ليس بوجه الكذاب

{مجھے چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہوگیا کہ یہ چہرہ جھوٹے انسان کا نہیں ہوسکتا}

(21) حضرت انس ﷛ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ احسن الناس خلقا و لا مسست خزا و لا حريرا ولا شياً كان الين من كف رسول الله ﷺ ولا شممت مسكاً قط ولا عطراً كان اطيب من عرق النبي ﷺ (شمائل)

{رسول اللہ ﷺ خلقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ میں نے کبھی ریشم کا دبیز یا باریک ریشمی کپڑا یا کسی اور چیز کو ہاتھ نہیں لگایا جو نبی ﷺ کے ہاتھ سے زیادہ نرم ہو۔ اور نہ ہی میں نے کبھی مشک یا عطر کو سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار ہو}

(22) حضرت جابر بن سمرہ ﷛ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے گھیر لیا۔ نبی ﷺ نے میرے رخسار پر ہاتھ رکھا تو مجھے ٹھنڈک سی پڑگئی اور ایسی خوشبو آئی کہ جیسے وہ ہاتھ ابھی عطر فروش کے تھیلے سے نکالا گیا تھا۔ (مسلم)

(23) ایک مرتبہ حضرت معصب بن عمیر ﷛ قرآن مجید کی تفصیل بیان کررہے تھے اسی دوران جب بھی رسول اکرم کا ذکر مبارک آتا تو ابو عبدالرحمان کی آنکھیں شوق دیدار سے چمک اٹھتیں، دل بے قرار ہونے لگتا۔ انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر ﷛ سے کہا کہ کب موسم حج آئے گا اور ہم آپ کا دیدار کرسکیں گے؟ حضرت مصعب بن عمیر ﷛ نے جواب دیا کہ صبر کرو دن جلد ہی گزر جائیں گے۔ حاضرین میں

سے ابن مسلم نے کہا کہ زندگی کا کیا بھروسہ آپ نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہے آپ ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کا پورا حلیہ ہی بیان کر دیں تو سب حاضرین نے بیک زبان کہا کہ ابن مسلم تو نے ہمارے دل کی بات کہہ دی ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تسلی سے بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا نظریں نیچی کیں جیسے نبی علیہ السلام کا پورا حلیہ ذہن میں لا رہے ہوں پھر سر اٹھا کر فرمایا

''نبی اکرم ﷺ کے رنگ میں سرخی وسفیدی کا حسین امتزاج ہے، آنکھیں مبارک بڑی ہی پرکشش ہیں، بھنویں واضح ہیں، بال سیدھے مگر ہلکے گھنگھریالے، ریش مبارک گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم پُر گوشت، آپ ﷺ جب چلتے ہیں تو لگتا ہے کہ جیسے اونچائی سے نیچے آ رہے ہوں، جب کھڑے ہوتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں، جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو مکمل طور پر اس کی طرف رخ کرتے ہیں، آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر پسینہ کے قطرے موتی کی مانند چمکتے ہیں، نہ آپ ﷺ پستہ قد ہیں نہ دراز قامت ہیں، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے جو آپ ﷺ کو یکا یک دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے، جو آشنا ہو کر رہتا ہے وہ محبت کرنے لگتا ہے، آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں، آپ ﷺ کے بات کرنے کا طرز سب سے سچا، ایفائے عہد میں سب سے پکے، آپ! ﷺ کی طبیعت سب سے نرم، آپ ﷺ رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں، میں نے آپ ﷺ جیسا نہ کسی کو پہلے دیکھا ہے نہ بعد میں۔

{فدائیون من عصر الرسول: صفحہ ۶۰، از احمد اجدع}

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتان آذری
ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالا تری
آفاقھا گردیدہ ام مہر بتاں در زیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

{اے کہ تیرے حسین چہرے پر آذر کے تراشے ہوئے بت رشک کرتے ہیں میں جس قدر تیرے حسن کے اوصاف بیان کروں تو پھر بھی بالا تر ہے۔ ساری دنیا گھوما پھرا، سورج کی مانند چمکتے ہوئے حسین دیکھے ہیں لیکن تو تو چیز ہی کوئی اور ہے}

(24) تنویر الابصار صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے

خوشا چشم کو دید آں روئے زیبا
خوشا دل کہ دارد خیال محمدؐ

{وہ آنکھ کتنی خوش قسمت ہے کہ جس نے محبوب ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کی اور وہ دل کس قدر خوش قسمت ہے کہ جس میں محمد ﷺ کا خیال رہتا ہے}

(25) سید الکونین خیر الخلق ﷺ بہت ہی شاندار تھے، آپ کا قد مبارک میانہ تھا لیکن مجمع میں سب سے زیادہ بلند معلوم ہوتے تھے۔

(26) عظیم المرتبت محبوب خدا ﷺ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ یہ حسن اور خوبصورتی اس طرح سے تھی کہ گورے رنگ کے اندر کچھ سرخی دمکتی تھی جس سے کمال درجہ کشش پیدا ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ کے رخسار نہایت پیارے شفاف، ہموار اور نرم تھے۔

اے رسول امیں خاتم المرسلین — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
دست قدرت نے ایسا بنایا تجھے — جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسین اے ابد کے حسین — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
بزم کونین پہلے سجائی گئی — پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولین سید الآخرین — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
مصطفیٰ مجتبیٰ تیری مدح و ثنا — میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں لب کو یارا نہیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں — کوئی ہے ایسا جس کو میں تجھ سا کہوں
توبہ توبہ نہیں کوئی تجھ سا نہیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
اے سراپا نفیس انفس دوجہاں — سرور دلبراں دلبر عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جان حزیں — تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

(27) فخر دو عالم ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی، ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔

(28) ہادیٔ عالم ﷺ کے موئے مبارک کانوں کی لو تک تھے، سر کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی، بال ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے یعنی بل دار تھے۔

؎ مر کر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے
فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں

29 محسنِ اعظم ﷺ کی آنکھیں مبارک بڑی اور خوش رنگ تھیں جن کی پتلی نہایت سیاہ اور جن کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے پلکیں دراز تھیں آپ ﷺ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔

یَزِیْدُکَ وَجْهُهٗ حُسْنًا

اِذَا مَا زِدْتَهٗ نَظَرًا

! جتنی زیادہ آپ ﷺ پر نظر کی جائے حُسن میں اور اضافہ ہوتا جاتا ہے!

30 رحمت للعالمین ﷺ کا منہ مبارک مناسب انداز کے ساتھ فراخ تھا، دندان مبارک باریک چمکدار تھے، سامنے کے دانتوں میں تھوڑا تھوڑا سا فاصلہ بھی تھا جس سے بولتے اور مسکرانے کے وقت ایک نور نکلتا تھا۔

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا

حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

31 سرورِ دو عالم ﷺ کی ناک مبارک پر ایک چمک اور نور تھا جس کی وجہ سے ناک مبارک بلند معلوم ہوتی تھی۔

32 آقائے نامدار ﷺ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں والی تھی جس نے آپ ﷺ کے حسن کو اور بھی زینت دے دی تھی۔

33 امام الانبیاء ﷺ کی گردن مبارک ایسی پتلی اور خوبصورت تھی جیسی تصویر کی گردن تراشی ہوئی ہو صفائی اور چمک میں چاندی جیسی تھی۔

حضرت علی ؓ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ ﷺ نبیوں کے ختم کرنے والے تھے۔ (شمائلِ ترمذی)

من القصیدہ البردہ

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَ صُوْرَتُهٗ

ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِیْ النَّسِیْمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

{پس آپ ﷺ کے فضائل ظاہری و باطنی میں کمال درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا حبیب بنالیا۔آپ ﷺ اس سے بلند ہیں کہ آپ ﷺ کی خوبیوں میں کوئی آپ ﷺ کا شریک ہو پس آپ ﷺ کے جوہرِ حسن میں کوئی شریک نہیں ہے آپ ﷺ کا حسن غیر منقسم اور غیر مشترک ہے}

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

درج بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حسن و جمال میں نبی ﷺ اپنی مثال آپ تھے لہٰذا اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ سببِ محبت بھی آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ سے والہانہ محبت کریں۔

؎ کائناتِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کے رہ گئی

③ فضل وکمال

کسی سے محبت کرنے کی تیسری وجہ اس کا فضل وکمال ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کواللہ تعالیٰ نے اس قدر فضل وکمال عطا فرمایا تھا کہ قرآنِ مجید میں وارد ہوا وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا ہے) اس فضل وکرم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں

(1) ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''غور سے سنو! میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس جھنڈے کے نیچے آدم علیہ السلام اور سارے انبیا علیہم السلام ہوں گے اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ میں ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور سب سے پہلے جنّت میں، میں اور میری امت کے فقرا داخل ہوں گے اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اوّلین و آخرین سے زیادہ مکرّم ہوں اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا۔

(2) ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (میں انبیا کرام کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا) جس طرح کوئی تقریب منعقد کی جائے تو مہمانِ خصوصی سب سے آخر پر آتا ہے اسی طرح اس کائنات ورنگ و بو کو نبی ﷺ کے لئے سجایا گیا۔ انبیا کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آکر بانگِ دہل اعلان فرمادیا کہ میرے بعد خاصہ خاصانِ رُسل تشریف لانے والے ہیں۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس کائنات میں وہ منظر سجا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کوئی بعد میں دیکھے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور قیامت اسطرح ملے ہوئے ہیں جسطرح ہاتھ کی دو انگلیاں ملی ہوتی ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ جب مہمانِ خصوصی محفل

سے اُٹھ جائے تو پھر تو کرسیاں سمیٹنے اور سامان اکٹھا کرنے کا کام باقی رہ جاتا ہے۔پس آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام انبیا کرام سے اعلیٰ ہے،آپ ﷺ کی کتاب سب کتابوں سے اعلیٰ اور آپ ﷺ کی امت سب امتوں سے اعلیٰ بن گئی۔

(۳) نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسریٰ ومعراج کی فضیلت عطا فرمائی، اپنے محبوب ﷺ کو عرش پر بلا کر اپنے خزانے دکھائے، اپنے دیدار سے نوازا اور پھر فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ '(پس اپنے بندے کی طرف اس نے وحی کی جو اس نے چاہا وحی کی) کا اعزاز عطا فرمایا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں عرض کیا تھا رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (اے اللہ! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرما دیا تھا لَنْ تَرَانِیْ (تو مجھے دیکھ نہیں سکتا)۔

لیکن جب رب کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے دیدار کے لئے عرش پر بلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر نبی ﷺ سے ملاقات کے منتظر رہے۔ نبی ﷺ بار بار اوپر گئے نمازیں بخشوانے کے لئے اور پھر بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، راز یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کر نہ سکے، اب وہ چاہتے تھے کہ جس ہستی نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے میں اس ہستی کا دیدار ہی کرلوں۔سبحان اللہ

(۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حبیب اللہ کا لقب عطا کیا۔مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیے میں لکھا ہے کہ حبیب اللہ کا لقب سب سے اونچا ہے۔یعنی خلیل اللہ، کلیم اللہ اور روح اللہ وغیرہ سب القاب اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

[آپ ﷺ یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک، موسیٰ علیہ السلام کا سفید ہاتھ رکھتے ہیں اور وہ تمام خوبیاں جو تمام رکھتے ہیں آپ ﷺ میں جمع ہیں]

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو قرآن مجید میں نبی امی کا لقب بھی عطا کیا گو بظاہر آپ دنیا میں کسی کے سامنے شاگرد بن کر نہ بیٹھے مگر آپ کو پڑھانے والا اور علم عطا کرنے والا خود کائنات کا مالک ومختار تھا لہٰذا اس نے اتنا علم دیا کہ

وَ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

{اور آپ کو اس چیز کا علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے}

جب بڑی ہستی کسی چیز کو بڑا کہے تو وہ واقعی بہت بڑی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتنا فضل فرمایا کہ اس کیلئے عَظِیْمًا کا لفظ استعمال کیا۔ آپ ﷺ کے علم کے بارے میں مولانا ظفر علی خانؒ لکھتے ہیں۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

کتب سابقہ میں بھی نبی علیہ السلام کے اس لقب کا ذکر کیا گیا ہے

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بشست

{وہ یتیم کہ جس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو اس نے کتنے مذاہب کے کتب خانے دھو دیئے}

کسی شاعر نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں ادا کیا ہے

ے نگار من کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

{میرا محبوب جو کبھی مکتب میں نہیں گیا اور لکھنا بھی نہ سیکھا وہ اپنے اشاروں سے سینکڑوں اساتذہ کا معلم بن گیا}

نبی اکرم ﷺ دنیا کو اعلیٰ اخلاق کا درس دینے کیلئے بھیجے گئے آپ ﷺ کے اخلاق کو اللہ رب العزت نے ان الفاظ میں سراہا

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

{اور یقیناً آپ بڑے اخلاق والے ہیں}

آپ ﷺ نے اپنے اخلاق کے ذریعے دس سال کے قلیل عرصے میں دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ علما نے لکھا ہے کہ فتحت المدینة بالاخلاق (مدینہ کو اخلاق سے فتح کیا گیا)۔

دنیا تلوار کا مقابلہ تو کر لیتی ہے کردار کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کردار بظاہر معمولی چیز نظر آتا ہے مگر اس سے بڑی سے بڑی چیز کو خریدا جا سکتا ہے۔ جب قریش مکہ نے نبی علیہ السلام سے نبوت کی دلیل مانگی تو آپ ﷺ نے اپنی پاکیزہ زندگی کو ثبوت کے طور پر پیش کیا فرمایا قَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِنۡ قَبۡلِهٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (تحقیق میں رہا آپ میں کافی عمر اس سے قبل کیا تم سمجھتے نہیں)۔

آپ کا وجود مسعود انسانیت کیلئے سراپا رحمت تھا۔

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے
جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ
وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

انبیائے سابقین مختلف قوموں اور علاقوں کی طرف سے مبعوث کئے گئے مگر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کیلئے بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (تمام لوگوں کیلئے ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے)۔آپ ﷺ انسانوں، جنوں اور فرشتوں غرض تمام مخلوقات کے امام بنے۔آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور کمالات عجیبہ کے بارے میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ آلِهٖ

(پہنچ گیا بلندیوں تک اپنے کمال سے، روشن ہو گئے تمام اندھیرے آپ ﷺ کے جمال سے، خوبصورت ہو گئیں آپ کی تمام عادات رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر)

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں نعت کا گلدستہ درج ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے

خدا در انتظار حمد مانیست
محمد ﷺ چشم برراہ ثناء نیست
خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس
محمدؐ حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمد ﷺ از تو می خواہم خدا را
خدایا از تو حب مصطفیٰ را

{خدا ہماری حمد وتعریف کا انتظار نہیں کرتا اور نہ ہی محمد ﷺ تعریف کے انتظار میں ہیں خدا محمد ﷺ کی حمد وثناء کیلئے کافی ہے اور محمد ﷺ خدا کی حمد وثناء کیلئے کافی ہیں۔ اگر کوئی مناجات بیان کرنا ہو تو میں ایک ہی بات میں قناعت کرتا ہوں اے محمد ﷺ! آپ ﷺ سے خدا چاہتا ہوں اور اے خدا! آپ سے حب مصطفیٰ چاہتا ہوں}

اگر نبی ﷺ کے کمالات کو مدنظر رکھ کر سوچا جائے تو بھی نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات اس کی مستحق ہے کہ آپ ﷺ سے والہانہ محبت کی جائے۔

4 احسانات ونوال

محبت کرنے کی چوتھی وجہ کسی کے احسانات ہوتے ہیں۔ عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے

الانسان عبد الاحسان

(انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے)

اسی مفہوم کو کسی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے

جبلت القلوب الی حب من احسن الیها

(دلوں کی فطرت ہے کہ جو ان پر احسان کرے اس سے محبت کرتے ہیں)

نبی علیہ السلام کے امت پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے تاہم چند نمایاں احسانات درج ذیل ہیں

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ

{تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جنہیں تمہارے نقصان کی بات بہت گراں گزرتی ہے اور وہ تمہارے فائدے کے بہت آرزومند ہیں اور تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے}

جب نبی اکرم ﷺ مومنین کے ساتھ بہت ہی شفقت کرنے والے ہیں تو آپ کی ہمدردی اور دلسوزی کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے تاہم یہ پکی بات ہے کہ جس طرح والدین اپنے جسمانی تعلق کی وجہ سے بچوں پر مہربان ہوتے ہیں نبی علیہ السلام اپنے روحانی تعلق کی وجہ سے امت پر شفقت فرمانے والے تھے۔

② نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِيْ

(بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا کرنے والا ہے)

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم و معارف اور انوار و برکات ملتے تھے آپ ﷺ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منتقل فرما دیا کرتے تھے۔ ایک حدیث پاک میں فرمایا ما صب اللہ فی صدری شیئا الا وقد صببته فی صدر ابی بکر رضی اللہ عنہ (اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا)۔

اسی لئے نبی علیہ السلام کو قاسم العلوم والبرکات کہا جاتا ہے۔ امتیوں کے دلوں میں جو برکات پہنچتی ہیں وہ نبی علیہ السلام کے قلب مبارک کے ذریعے سے

پہنچتی ہیں۔ نبی علیہ السلام کے اس احسان کی وجہ سے ہمارا بال بال ان کا مقروض ہے۔ محمد ریاض رام نے کیا خوب فرمایا ہے:

وہ جو شیریں سخنی ہے میرے مکی مدنی
تیرے ہونٹوں کی چھنی ہے میرے مکی مدنی

تیرا پھیلاؤ بہت ہے تیرا قامت ہے بلند
تیری چھاؤں بھی گھنی ہے میرے مکی مدنی

دست قدرت نے ترے بعد پھر ایسی تصویر
نہ بنائی نہ بنی ہے میرے مکی مدنی

نسل درنسل تیری ذات کے مقروض ہیں ہم
تو غنی ابن غنی ہے میرے مکی مدنی

③ نبی علیہ السلام بعض اوقات ساری رات عبادت کرتے اور اپنی گنہگار امت کیلئے دعائیں مانگتے رہتے تھے یہاں تک کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ ساری رات یہ آیت پڑھتے رہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

(اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر مغفرت کر دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں)

④ ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا'' لوگو تم جہنم کی طرف بھاگے جارہے ہو اور میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر پیچھے ہٹا رہا ہوں'' نبی اکرم ﷺ

نے امت تک اللہ رب العزت کا پیغام پہنچانے کے لئے کتنی مشقتیں اٹھائیں۔ رَبِّ اِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَارًا (بے شک میں نے اپنی قوم کو رات اور دن میں اللہ کی طرف بلایا)۔اس آیت کے مصداق آپ ﷺ نے زندگی بسر کی پھر حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے پوچھا کہ کیا میں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور دین تم تک پہنچا دیا؟ صحابہ کرام ﷺ نے یک زبان ہو کر کہا، آپ ﷺ نے فریضہ ادا کرنے کا حق ادا کر دیا۔آپ ﷺ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر کہا، اے اللہ! تو گواہ رہنا، اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

⑤ جب نبی علیہ السلام معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازوں کا تحفہ دیا۔ نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی اے اللہ! میری امت کیلئے ان کو ادا کرنا مشکل ہوگا آپ آسانی فرما دیجئے۔ بالآخر پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔اے میرے محبوب! آپ کے امتی پانچ نمازیں پڑھا کریں گے مگر میں اپنی رحمت سے ان کو پچاس نمازوں کا اجر دوں گا۔گنہگار امت پر نبیؐ رحمت کا یہ کتنا بڑا احسان ہے۔

⑥ مشکوۃ شریف میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے عرفات میں امت کی بخشش کیلئے رب کائنات کی بارگاہ میں یوں فریاد کی۔اے میرے اللہ! میری امت کے تمام گناہ معاف فرما، چاہے وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور فرمایا کہ حقوق اللہ سے متعلق جتنے گناہ ہوں گے عرفات میں آنے والے حاجی کے وہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔تاہم حقوق العباد کا تعلق بندوں سے ہے۔وہ ادا کرنے ہوں گے نبی علیہ السلام عرفات کے وقوف سے فراغت پر مزدلفہ تشریف لے گئے یہاں آپ ﷺ نے پھر وہی دعا کی کہ، اے

میرے اللہ! آپ اس بات پر قادر ہیں کہ حق مانگنے والوں کو اپنی رحمت سے اتنا کچھ دے دیں کہ وہ خوش ہو کر معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ کا جو امتی بھی حج کیلئے عرفات میں حاضر ہو گا میں حقوق اللہ کو معاف کر دوں گا اور حقوق العباد کو اپنی رحمت سے بخشوا دوں گا نبی علیہ السلام کا امت پر یہ کتنا بڑا احسان ہے۔

امۃ مذنبۃ ورب غفور (امت گناہ کرنے والی ہے اور رب بخشنے والا ہے)

⑦ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام اپنی امت کی مغفرت کیلئے بہت دیر تک سر بسجود ہو کر دعا کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ ﷺ روتے کیوں ہیں؟ ہم آپ ﷺ کو راضی کریں گے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

{عنقریب تیرا رب تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا}

جب نبی علیہ السلام پر یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا آخری امتی بھی جنت میں داخل نہیں ہو گا

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی

{آخر تو رحمت للعالمین ہے محروموں سے کیسے فارغ بیٹھا ہے}

⑧ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی علیہ السلام کو ایک ایسی دعا کرنے کا اختیار دیا کہ جیسی دعا مانگی جائے گی ویسی قبول ہو گی چنانچہ سب انبیائے کرام علیہم السلام نے دعا مانگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! کیا آپ ﷺ نے بھی دعا کی ہے؟ نبی علیہ السلام

نے فرمایا کہ میں نے دعا نہیں مانگی بلکہ اس کو آخرت کیلئے ذخیرہ بنا دیا ہے۔ قیامت کے دن میری امت جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو گی تو اس وقت میں دعا کروں گا حتی کہ آخری امتی بھی جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا و سردار ﷺ کی شان میں لکھتے ہیں

عجب نہیں تیری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہو ویں قیامت میں اطاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں ہوں گی کم سے کم پہ نثار

اگر احسانات کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بھی ہر امتی اپنے آقا کے احسانات میں اتنا دبا ہوا ہے کہ اس محسن و مربی سے شدید قلبی محبت کا ہونا ضروری ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی علیہ السلام میں تمام اسباب محبت بدرجہ کمال موجود ہیں حالانکہ ان اسباب میں سے ہر ایک سبب ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے محبت ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کو نبی علیہ السلام سے محبت نہیں تو وہ مومن ہی نہیں۔ جس کی آنکھوں پہ اللہ تعالیٰ پٹی باندھ دے اور جس کے دل پر مہر لگا دے وہ اپنی قسمت پر بیٹھ کر روئے بجائے اس کے کہ محبت کرنے والوں پر اعتراض کرے۔ رہی بات ہم جیسے بے ہمت اور بے سروساماں لوگوں کی تو ہمارے دامن میں عشق رسول ﷺ کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ الحمد للہ کہ ہم اسی تقسیم پر راضی ہیں اور ساری دنیا کی نعمتوں کے بدلے میں در رسول ﷺ کی چاکری نصیب ہو جائے تو سودا کرنے

کیلئے ابھی تیار ہیں۔ شاعر نے تو اپنے محبوب کے رخسار کے بدلے سمرقند اور بخارا دینے کا ارادہ کرلیا تھا۔ ایک ہم فقیر ہیں کہ شہ عرب و عجم کی ایک نگاہ ناز کے بدلے اپنی جان سے گزر جانے کیلئے تیار ہیں۔
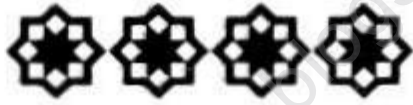
عشق رسول ﷺ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کامل ہے اور زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے اس رحیم و کریم ذات نے انسان کو بے حد و حساب نعمتوں سے نوازا ہے۔ اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو انسان گمراہ ہوتا، اگر وہ بینائی نہ دیتا تو انسان اندھا ہوتا، اگر وہ سماعت نہ دیتا تو انسان بہرا ہوتا، اگر وہ گویائی نہ دیتا تو انسان گونگا ہوتا، اگر وہ ٹانگیں نہ دیتا تو انسان لنگڑا ہوتا، اگر سر پر بال نہ دیتا تو انسان گنجا ہوتا، اگر وہ عقل نہ دیتا تو انسان پاگل ہوتا، اگر رزق نہ دیتا تو انسان مفلس ہوتا، اگر اچھی شکل نہ دیتا تو انسان بدصورت ہوتا، اگر صحت نہ دتیا تو انسان بیمار ہوتا اگر اولاد نہ دیتا تو انسان لا ولد ہوتا اور اگر عزت نہ دیتا تو انسان ذلیل ہوتا۔ پس انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ اتنی بے شمار نعمتیں دے کر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان نہیں جتلایا تاہم ایک نعمت اس نے ایسی دی ہے کہ جس کو دے کر منعم حقیقی کو بھی انعام دینے کا مزہ آ گیا اور اس نے کھلے الفاظ میں یوں فرمایا ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا'' (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ ان میں اپنے رسول کو بھیجا)۔

نبی علیہ السلام کی تشریف آوری پوری انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ اسے انعام سے بھی محبت ہوتی ہے اور انعام دینے والے سے بھی محبت ہوتی ہے۔ پس ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے بھی شدید محبت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے بھی شدید محبت ہوتی ہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے

احبوا الله لما يغدو كم به من نعمة واحبو نى لحب الله

(اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ اس نے تمہیں نعمتیں دیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی وجہ سے)

مقصود یہ تھا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے لہٰذا تم بھی مجھ سے محبت کرو۔ عشق رسول ﷺ کی یہ کتنی صاف اور واضح دلیل ہے۔

محمد ﷺ کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

جو انسان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرے گا وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے انعام کی قدر دانی کرے گا اور اصول یہی ہے کہ قدر دان کو نعمتیں اور زیادہ دی جاتی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتیں اور زیادہ عطا کریں گے)۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سب سے بڑا انعام تو نبی علیہ السلام کی صورت میں ہمیں عطا فرمایا۔اب اگر اس انعام کی ہم قدر دانی کریں گے تو اور کون سی نعمت ہے جو ہمیں ملے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت ہے لہٰذا جو شخص بھی نبی علیہ السلام سے محبت کرے گا تو اس عمل

کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں گے اور اسے اپنی رضا عطا کریں گے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نبی علیہ السلام کی محبت دنیوی اور اخروی کامیابیوں کے حاصل ہونے کی کنجی ہے اس سے رحمت الٰہی موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے بلکہ یہی سعادت مندی کی نشانی ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہء دامان اوست

{جو بھی عشق مصطفیٰ میں مبتلا ہے بحر و بر اس کے دامن کے ایک کونے میں سما جاتے ہیں}

نبی علیہ السلام سے نسبت نصیب ہونا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے نسبت نصیب ہونا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ

{جنہوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی انہوں نے درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر تھا}

لہٰذا جن صحابہ کرام ؓ نے نبی علیہ السلام سے بیعت کی ان کی بیعت اللہ تعالیٰ سے ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

ایک مرتبہ میدان جنگ میں نبی علیہ السلام نے کافروں کی طرف مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (اور جب پھینکا آپ نے پتھر اپنے تئیں، وہ تو اللہ نے

پھینکا تھا)۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عمل فرمایا تو پھر نبی علیہ السلام سے محبت ہونا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت ہونا ہے۔ یا یوں کہیے کہ نبی علیہ السلام سے نسبت ہونا اللہ تعالیٰ سے نسبت ہونا ہے۔ جس کو نبی علیہ السلام سے محبت و نسبت نہیں اس کو اللہ تعالیٰ سے نسبت نہیں ہے۔

نسبت مصطفیٰ بھی عجب چیز ہے جس کو نسبت نہیں اس کی عزت نہیں
خود خدا نے نبی ﷺ سے یہ فرما دیا جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

عشق رسول ﷺ کی اہمیت درج ذیل دلائل سے ثابت ہوتی ہے

قرآن مجید سے دلائل

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

(نبی علیہ السلام مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے)

اس آیت کے تحت انوار الباری (۳/۱۱۴) میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو روحانی اعتبار سے مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قرب و ولایت کا مرتبہ حاصل ہے۔ ایک قرأت میں وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ بھی ہے یعنی حضور اکرم ﷺ ان کے باپ ہیں۔ پس اگر جسمانی تعلق مذکور محبت و مودت کا سبب ہوتا ہے تو روحانی تعلق محبت کا باعث کیوں نہ ہو گا۔ بلکہ روحانی تعلق اگر کم سے کم درجہ کا بھی ہو تو وہ بڑے سے بڑے جسمانی تعلق سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر یہاں محبت ہو

گی تو وہاں عشق کا درجہ ہوگا اگر یہاں عشق مجازی ہوگا تو وہاں عشق حقیقی کی تاثیر ہو گی۔ شیفتہ نے کہا

؎ شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ کی بہترین تشریح وتوضیح دیکھنی ہو اور علوم نبوت کی سرسبز وشاداب وادیوں سے دل ودماغ کو بہرہ اندوز کرنا ہو تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی کتاب ''آب حیات'' ملاحظہ کی جائے۔ علامہ محقق حافظ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر خوب لکھا ہے۔
(عمدۃ القاری 1/169)

❷ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ''

(آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا)

عرائس البیان میں ہے کہ ''قوله تعالى اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' یعنی ان لوگوں سے کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو میری پیروی کرو، میں تو محبین کا سردار ہوں اور صدیقین کا سرتاج ہوں اور رسولوں کا پیشوا ہوں اور طالبان حق کا امام مصطفیٰ ہوں تاکہ میں تم کو دکھادوں کہ اس راہ میں کیسی کیسی چھپی چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں اور کیسی کیسی چیزیں اس راہ میں نجات دینے والی تمہاری نظر سے پوشیدہ ہیں اور تم کو

مشاہدہ کے احکام اور نزدیکی حاصل کرنے کے اسرار بتادوں اور اچھے کام کرنے اور عمدہ بندگی کرنے کی ہدایت کروں اور ادب سے چلنے کی اچھی صورتیں سکھلا دوں اور عمدہ اخلاق بتادوں تاکہ وہ تمہاری راہ میں کام آویں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کے آثار مجھ پر منکشف کرائے گئے اور اس کی نزدیکی کے انوار مجھ میں بھرے ہوئے ہیں اور میری پیروی درحقیقت شکر محبت محبوب ہے اور جب تم نے میری پیروی کرکے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری محبت و معرفت اور زیادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ'' اور فرمایا ''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ'' (اگر تم شکر ادا کروگے میں تم کو اور زیادہ دوں گا)

محبت کی حقیقت عارفوں اور محبوبوں کے نزدیک یہ ہے کہ ''دل آتش شوق سے کباب ہو جاوے اور روح لذت عشق سے ماہی بے آب کی طرح تڑپے اور حواس دریائے انس میں ڈوب جاویں اور نفس کو پاک پانی سے طہارت حاصل ہو اور ہمہ تن آنکھ ہو کر فقط محبوب ہی کو دیکھے اور دونوں جہان سے اپنی آنکھوں کو بند کرلے اور سر باطنی غیب الغیب میں سیر کرے اور محبوب کے جو اخلاق ہیں ان سے آراستہ ہوں اور یہی اصل محبت ہے۔''

اتباع اطاعت کا وہ درجہ ہے کہ تعمیل ارشاد مارے باندھے اور مجبوری سے نہ ہو بلکہ برضا و رغبت ہو اور یہ رضا و رغبت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ جب تابع کو متبوع سے کامل محبت اور وابستگی حاصل ہو۔

اتباع کی لغوی تشریح میں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے ''والتبیع خص بولد البقرۃ اذا تبع امہ'' (گائے کے بچھڑے کو تبیع اس لئے کہتے ہیں کہ (فرط شوق میں) ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے)۔

اس میں اشارہ ہے کہ اتباع وہ عمل ہے جس میں ناگوار اطاعت کی بجائے خوشگوار اطاعت کی کیفیت حاصل ہو۔اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے خادم کو حکم دیتا ہے فلاں چیز لاؤ۔خادم اپنی نوکری کو بچانے کی خاطر تیز دھوپ اور جھلسا دینے والی گرمی میں انتہائی ناگواری سے چیز لے آئے دل ہی دل میں مالک کو کوس رہا ہو کہ یہ کوئی وقت تھا کام کہنے کا بس منہ اٹھا کے زبان چلا دی۔اس کو دوسرے کی تکلیف کا ذرا احساس نہیں۔دوسری طرف ایک معلم اپنے سعادت مند شاگرد کو بلا کر کسی چیز کو لانے کیلئے کہتا ہے اور ساتھ مشورہ دیتا ہے کہ ابھی گرمی کی شدت زیادہ ہے سورج ذرا ڈھل جائے یہ کام اس وقت سہولت سے کر لینا۔لیکن سعادت مند شاگرد کڑکتی و چلچلاتی دھوپ اور جھلسا دینے والی گرمی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے فرط سعادت سے دوڑتا ہوا جاتا ہے اور پورے قلبی اطمینان سے چیز لاتا ہے اسے پسینے میں شرابور ہونے کی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ استاد کے دل کی خوشی مطلوب ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں خادم نے ناگواری سے کام کیا ،دوسری صورت میں شاگرد نے خوشگواری سے کام کیا۔اسی دوسری کا نام اتباع ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کیلئے نبی علیہ السلام کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا پس عشق الٰہی کے حصول کیلئے عشق رسول ﷺ ایک وسیلہ، ذریعہ اور زینہ کی مانند ہے۔

عجب چیز ہے عشق شاہ مدینہ
یہی تو ہے عشق حقیقی کا زینہ
ہے معمور اس عشق سے جس کا سینہ
اسی کا ہے مرنا اسی کا ہے جینا

③ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاءُ كُمْ وَ اَبْنَاءُ كُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَ فْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسَاكِنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْ حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

{اے نبی اکرم ﷺ! کہہ دیجئے کہ تمہارے باپ' بیٹے' بھائی' بیویاں اور عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں تمہارے کاروبار جن میں نقصان کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں اگر یہ تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لائے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا}

دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے۔ وہ انسان کی ضروریات اور اس کے طبعی تقاضوں کا خیال رکھتا ہے لہٰذا اس نے یہ حکم نہیں دیا کہ سارے رشتے ناطے توڑ دیے جائیں، عزیز و اقارب سے محبت کا قلع قمع کر دیا جائے جیسا کہ تاریخ ادیان عالم میں ان لوگوں کا شیوہ رہا ہے جنہوں نے رہبانیت اختیار کی بھرپور زندگی چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لی اس مقام پر بہت سی قوموں نے ٹھوکر کھائی۔ اسلام نے اعتدال اور توازن کی راہ دکھلاتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ جنگلوں اور غاروں سے ہو کر نہیں جاتا بلکہ ان گلی کوچوں بازاروں سے ہو کر جاتا ہے۔ انسانی زندگی کی غرض و غایت دنیا کی چیزوں میں کھو جانے اور فقط رشتے ناطے کے تعلقات میں گم ہو جانے سے بہت آگے اور بلند ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کی محبت منع نہیں ہے، احبیت منع ہے

۔لہٰذا یہ چیزیں تمہاری روحانی ترقی کے راستے میں حائل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے عشق سے نہ ٹکرائیں۔ایثار و شہادت کے میدان میں جانے سے تمہارا راستہ نہ روکیں تو ان کی محبت ممنوع نہیں اور اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ یہ چیزیں تمہیں راہ خدا میں جانے سے روکیں تو پھر ان تعلقات کو اور ان چیزوں کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر آگے نکل جاؤ۔پس ان آیات کریمہ سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہونی چاہیے۔

؎ کچھ نہیں مانگتا دنیا سے یہ شیدا تیرا
اس کو بس چاہیے نقش کف پا تیرا

❶ حضرت انس ؓ سے روایت ہے۔

عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ ثَلاثٌ مَنْ کُنَّ فِیهِ وَجَدَ حَلاوَةَ الْاِیْمَانِ اَنْ یَکُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَ اَنْ یُحِبَّ الْمَرْءَ لا یُحِبَّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ یَکْرِهَ اَنْ یَعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَهُ اَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ

{ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اس کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں اگر کسی سے محبت کرے اللہ کے واسطے کرے اور کفر و شرک اختیار کرنے سے اس قدر بیزار ہو جس قدر آگ میں ڈالے جانے سے }

انوار الباری میں لکھا ہے کہ حلاوت ایمان سے مراد یہ ہے کہ طاعات میں لذت محسوس ہو اور اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کی رضا مندی کیلئے بڑی سے بڑی تکالیف بھی گوارا ہوں۔ حدیث پاک میں تین چیزوں کا ذکر ہے مگر ہمارا مقصد اس وقت پہلے نمبر کی تشریح ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت دوسری تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت تو اس لئے کہ وہ پروردگار اور منعم حقیقی ہے۔ ساری نعمتیں اسی کے فضل و کرم سے وابستہ ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے محبت اس لئے کہ روحانی انعامات اور علوم الٰہیہ کیلئے وہی واسطہ ہیں۔ حلاوت ایمان کے بارے میں محدث عارف بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

''فقہا کی رائے میں حلاوت ایمان سے مراد یہ ہے کہ وہ ایمان میں پختہ اور احکام میں مطیع ہو۔ جبکہ سادات صوفیہ نے اس کو محسوس چیز قرار دیا ہے میرے نزدیک یہی رائے حق و صواب ہے''۔ (**بهجة النفوس** : ج ۱ ص ۲۵)

سادات صوفیہ کے قول کی تائید صحابہ و سلف کے درج ذیل واقعات سے ہوتی ہے

- حضرت بلال ؓ کا تکالیف اٹھا کر بھی احد احد کہتے رہنا، موت کے وقت اہل خانہ نے کہا واحزناہ آپ ؓ نے فرمایا ''**واطرباه غدا التی الاحبه محمداً واصحابه**''۔ یہی حلاوت ایمان ہے۔
- ایک صحابی ؓ نے چور کو گھوڑا لے جاتے دیکھا مگر نماز نہ توڑی کہ یہ زیادہ قیمتی ہے۔
- ایک مجاہد پہریدار صحابی ؓ کو تیر لگے مگر فرمایا جی چاہتا تھا کہ تیروں پہ تیر کھاتا رہتا مگر سورۃ کہف مکمل کئے بغیر نماز کا سلام نہ پھیرتا۔

- حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت میں وہ لذت حاصل ہے کہ اگر شاہان دنیا کو علم ہو جائے تو ہم پر لشکر کشی کر کے اس کو چھیننے کی کوشش کریں۔
- حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے" **اهل الليل فی ليلهم الذُّ من اهل الهوى فی هواهم** "(اہل ہوس کو اپنی عیاشیوں میں وہ لذت نہیں ملتی جو اہل اللہ کو رات کی عبادت میں ملتی ہے)۔

اگر کسی شخص کو یہ عبادت والی لذت کی کیفیت حاصل نہیں ہوسکی تو اسے کم از کم اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کاملین وواصلین کی گواہی قبول کر لینی چاہیے

وَ اِذَا لَمْ تَرَ الْهِلَالَ فَسَلِّمْ
لِاُنَاسٍ رَاَوْهُ بِالْاَبْصَارِ

(تو نے اگر خود چاند کو نہیں دیکھا ان لوگوں کی بات ہی مان لے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے)

پس ثابت ہوا کہ نبی اکرم سے عشق ومحبت کا ہونا حلاوت ایمان نصیب ہونے کی علامات میں سے بڑی علامت ہے۔

2. حضرت انس رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

لا يومن احدكم حتى اكون احب اليه من والده و ولده والناس اجمعين

(تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے آباؤ اجداد، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے)۔

انسان کو اپنے والدین، اولاد اور عزیز واقارب سے فطری اور طبعی محبت ہوتی

۔ یہ اسی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ طرح طرح کی تکالیف اٹھاتا ہے بلکہ بعض اوقات گناہوں کا راستہ اختیار کر کے جہنم خریدتا ہے مندرجہ بالا حدیث پاک میں نہایت وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ مومن کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ جب قلب میں عشق رسول ﷺ کا غلبہ ہوگا تو پھر انسان قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے کوئی کام خلاف شرع نہیں کرے گا۔ **و الناس اجمعین** کا لفظ استعمال فرما کر اس دائرے کو بہت وسیع کر دیا گیا ہے۔ لہذا مومن کے دل میں ساری مخلوق سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت ہونی چاہئے۔ اس کو ایمان کی شرط بنا دیا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت اور زیادہ اجاگر ہوگئی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے نبی اکرم ﷺ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے میرے احباء سے جلدی ملا دے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ یہ سن کر حیران ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ سے محبت کرنے والے ہم لوگ تو حاضر خدمت ہیں آپ کن سے ملنے کی دعا کر رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، ثوبان رضی اللہ عنہ! تم نے مجھے دیکھا ہے، وحی نازل ہوتے دیکھی ہے، فرشتوں کو اترتے دیکھا ہے، میری صحبت میں رہنے کا شرف پایا ہے لہٰذا تمہارا ایمان بہت قیمتی ہے تاہم قرب قیامت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا۔ فقط کتابوں میں میرے تذکرے پڑھے ہونگے لیکن ان کو مجھ سے اس قدر والہانہ عشق ہوگا کہ اگر ممکن ہوتا کہ وہ اپنی اولادوں کو بیچ کر میرا دیدار کر سکتے تو وہ یہ بھی کر گزرتے۔ ثوبان ! میں اپنے ان احباء سے ملنے کی دعا کر رہا ہوں۔

③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرا ایمان کامل ہے کیونکہ **انت یا رسول اللہ**

احب الی من کل الا من نفسی (یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا'' لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک '' (نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے (تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں)۔یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تڑپ اٹھے اور فوراً عرض کیا''فانک الآن واللہ احب الی من نفسی '' (اللہ کی قسم بے شک اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا الآن یا عمر (اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہوا ہے)۔

یہاں ایک نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات تھی کہ انسان کو چوٹ لگے تو جتنی تکلیف ہوتی ہے اتنی تکلیف دوسرے کو چوٹ لگنے پر نہیں ہوتی۔لیکن جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غور کیا اور یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر کوئی دشمن نبی ﷺ پر حملہ کرے تو آپ ﷺ کو بچانے کے لئے تو میں اپنی جان بھی قربان کر دونگا لہٰذا فوراً جواب دیا، الحمد اللہ، اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

4 ایک اعرابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگا''متی تکون الساعۃ ''قیامت کب آئے گی؟ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا''ما اعددت لھا ''تم نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اعرابی نے کہا کہ میں نے قیامت کے لئے نہ تو

بہت سی نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی بہت زیادہ روزے رکھے ہیں یعنی فقط فرض نمازیں پڑھی ہیں اور روزے رکھے ہیں تاہم میرا ایک عمل ہے کہ '' الا انی احب اللہ ورسولہ'' میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر کہا ''المرء مع من احب'' آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ ایمان لانے کے بعد ہمیں اتنی خوشی کسی اور حدیث سے نہیں ہوئی جتنی کہ اس حدیث مبارکہ سے ہوئی۔ عشاق کے لئے یہ نوید مسرت نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ روایت میں ہے کہ نبی ﷺ کے ایک عاشق صادق حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ اڑا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ حالت دیکھ کر وجہ پوچھی۔ دردمند عاشق نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ! نہ تو جسمانی تکلیف ہے اور نہ کوئی دنیاوی پریشانی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کا رخ انور میری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو دل بے تاب ہو جاتا ہے فوراً دیدار کے لئے حاضر ہو جاتا ہوں۔ اب دل میں رہ رہ کر یہ خیال آرہا ہے کہ جنت میں تو آپ ﷺ کا مقام سب سے بلند ہوگا جبکہ یہ مسکین کسی نیچے درجے میں ہوگا۔ اگر وہاں آپ ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہو سکی تو جنت میں کیا مزہ آئے گا۔ نبی اکرم ﷺ یہ ماجرا سن کر خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ خوشخبری لے کر آئے کہ ہم اطاعت گذار عاشقوں کو جنت میں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچائیں گے۔

مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا.

(جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ لوگ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں ہونگے اور یہ بہترین ساتھی ہونگے)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ سچی محبت ہوگی اسے روز محشر نبی کریم ﷺ کے قدموں میں جگہ ملے گی۔

عقلی دلیل:

اب درج ذیل میں نبی اکرم ﷺ کی محبت سے متعلق عقلی دلیل پیش کی جاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اول ما خلق اللہ نوری (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا)۔ اس مضمون کو حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں کیا خوب بیان کیا ہے

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے
نقش روئے محمد ﷺ بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی
بزم کون و مکاں کو سجایا گیا

پس تمام کائنات کا وجود نبی علیہ السلام کے وجود کا مرہون منت ہوا عربی کا مشہور مقولہ ہے۔ ''کل شیء یرجع الی اصلہ'' (ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے) اسکی تصدیق بخاری شریف کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ بے شک ایمان مدینہ کی طرف ایسا کھینچ آئے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف آتا ہے۔ اسی سے ثابت ہوا کہ کائنات کی ہر شے کو اپنی اصل کی جانب جذب و کشش حاصل

ہوتی ہے جیسے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شرع شریف کی کسی بات کا علم نہ ہو تو انسان اپنے دل سے گواہی مانگے، دل ہمیشہ ٹھیک فتوئی دیتا ہے۔ البتہ جن لوگوں نے گناہوں کی کثرت سے اپنے دلوں کو زنگ آلود کرلیا ہو اور جن کے دل کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہو ان کو سیدھے راستے کا پتہ نہیں چلتا اور اگر فطرت سلیم ہو اور دل صاف ہو تو اسی کا نام ہدایت ہے ایسے انسان اپنے دل میں نبی علیہ السلام کی فطری اور طبعی محبت محسوس کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت کا فطری جذبہ انسانوں میں ہی نہیں بلکہ حیوانات، نباتات اور جمادات تک میں سرایت کر گیا ہے۔ چند دلائل درج ذیل ہیں۔

- حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے قربان کرنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اونٹ قربان ہونے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر اپنی گردنیں پیش کرنے لگے۔

حاکم لاہوری نے کتنا پیارا شعر کہا ہے

ابروئے تو زہ کرد کمانے بہ کمینے
یک صید نیاسود زمانے بہ زمینے

(محبوب ترے ابرو کی کمان نے چلہ چڑھا کر جب کمیں گاہ کو نشانہ بنایا تو ایک شکار بھی کسی وقت زمین پر قرار نہ پکڑ سکا)

یعنی ہر شکار نشانے پر دوڑ دوڑ کر آجاتا کہ پہلے مجھے شکار کیجئے پہلے مجھے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ ہر کف
بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

(جنگل کے سب ہر ہرن ہاتھ پر سر لئے پھرتے ہیں اس امید پر کہ کسی نہ کسی دن آپ شکار کیلئے آئیں گے اور ہم پیش ہو جائینگے)

سر بوقت ذبح اپنا ان کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

- اسی طرح ایک اونٹ کا نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنے دکھ اور غم کا اظہار کرنا اور رونا بھی حیوانات میں حب رسول ﷺ کے موجود ہونے کی واضح دلیل ہے۔
- اسطوانہ حنانہ (کھجور کا تنا) کا نبی اکرم ﷺ کی جدائی میں اس قدر رونا کہ مسجد گونج اٹھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران رہ گئے۔
- مختلف مواقع پر درختوں کا نبی اکرم ﷺ کو سلام پیش کرنا نباتات میں حب نبوی کے موجود ہونے کی واضح دلیل ہے
- بخاری و مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ جبل احد کی طرف دیکھ کر فرمایا ھذا جبل یحبنا ونحبہ (یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)۔

یہ فرمان ذیشان جمادات میں حب نبوی ﷺ کے موجود ہونے کی سچی دلیل ہے یہ تمام مثالیں نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت عامہ کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ اور عشق رسول

صحابہ کرام ؓ اس امت کے وہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہوں نے نبی علیہ السلام کا دیدار کیا اور ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی صحبت پائی۔ درحقیقت یہ عشاق کی ایک جماعت تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے چنا تھا کہ وہ محبوب کی اداؤں کو اپنائیں اور اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر کے اپنے بعد والوں تک پہنچائیں۔ شمع رسالت کے ان پروانوں کے کچھ واقعات پیش خدمت ہیں۔

❶ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ اس امت کے سرخیل امام اور عشق رسول ﷺ میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ آپ کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو بکر تھی آپ کی چار پشتیں صحابی بنیں۔ رنگ سرخ و سفید اور بدن دبلا پتلا تھا۔ آپ ؓ نے نبی علیہ السلام سے کمالات نبوت سب سے زیادہ حاصل کئے۔ قرآن مجید میں آپ ؓ کے لئے ثانی اثنین اور لصاحبہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر ؓ کی صحابیت قرآن مجید سے ثابت ہے اسی لئے حضرت صدیق اکبر ؓ کی صحابیت کا انکار صریح کفر شمار ہوتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ثانی اثنین کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے

کان ثانی محمد ﷺ فی اکثر المناصب الدینیه.

[تھے حضرت محمد ﷺ کے ثانی اکثر دینی مراتب میں]

اس کی تفصیل یوں ہے۔

- آپ رضی اللہ عنہ دعوت الی اللہ میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔
- آپ رضی اللہ عنہ غزوات میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔
- آپ رضی اللہ عنہ مجلس میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔
- آپ رضی اللہ عنہ نماز کی امامت میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔
- آپ رضی اللہ عنہ روضہ انور میں دفن ہونے میں نبی علیہ السلام کے ثانی تھے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاہکار تصنیف روح المعانی میں لکھا ہے کہ غار ثور میں داخل ہونے سے پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَا تَدْخُلْ حَتّٰی اَدْخُلَهٗ فَاِنْ کَانَ فِیْهِ شَیْءٌ نَزَلَ بِیْ قَبْلَکَ

(اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ غار میں ہرگز داخل نہ ہوں جب تک کہ میں اس میں داخل ہو کر جائزہ نہ لے لوں اگر کوئی موذی چیز ہو آپ ﷺ سے پہلے وہ مجھ پر وارد ہو)

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غار کی صفائی کر لی تو غار کے اندر کئی سوراخ تھے انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ کر اس کے ٹکڑوں سے سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ باقی رہ گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنی ایڑی رکھ دی علامہ آلوسی رحمۃ

اللہ علیہ لکھتے ہیں

وکان فی الغار خرق فیه حیات وافاعی فخشی ابو بکر ان یخرج منهن شئی یوذی رسول الله ﷺ فالقمه قدمه فجعلن یضربنه ویلسعنه .

(اور غار میں ایک سوراخ تھا جس میں سانپ جیسے موذی جاندار تھے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خدشہ لاحق ہوا ہے کہ اس میں سے کوئی چیز نبی علیہ السلام کو ایذا نہ پہنچائے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا قدم اس سوراخ پر رکھ دیا موذی سانپ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کاٹ لیا)

جب آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک میں زہر کا اثر ہوا تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے بقول علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

وجعلت دموعة تنحدر وهو لا یرفع قدمه حبا لرسول الله ﷺ .

(ان کے آنسو گرنے لگے مگر نبی علیہ السلام کی محبت کی بنا پر انہوں نے اپنے پاؤں کو نہ ہٹایا)

دنیائے عشق و محبت کی یہ ایک بے مثال داستان ہے۔ جب نبی علیہ السلام کے رخسار مبارک پر آنسوؤں کے قطرے گرے تو آپ ﷺ نے پوچھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ! کیا بات ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صورت حال سے آگاہ کیا۔ نبی علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن لگایا تو زہر کا اثر جاتا رہا۔

عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت کی رفاقت کے لئے خود تمنا پیش کی جو نبی علیہ

السلام نے قبول فرمائی، اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ مجھے اس دن پتہ چلا تھا کہ انسان فرط خوشی میں بھی رو پڑتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس عاشق صادق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سارا گھرانہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سفر میں ساتھ رہے، حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ سارا دن قریش مکہ کے حالات کی خبر لیتے اور رات کو غار ثور میں آ کر حالات سے آگاہ کرتے، فہیرہ رضی اللہ عنہ نامی غلام سارا دن بکریاں چراتا اور اسی بہانے غار ثور میں آ کر دودھ دے جاتا، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا چونکہ کم عمر تھیں وہ غار ثور میں کھانا پہنچاتیں جبکہ زوجہ ابو بکر رضی اللہ عنہا گھر میں نبی علیہ السلام کا کھانا پکاتیں۔

ایک دفعہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کھانا لے کر آئیں تو نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کا چہرہ مغموم دکھائی دیتا ہے۔ پوچھا اسماء کیا پریشانی ہے؟ عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! کل جب میں کھانا پہنچا کر واپس جا رہی تھی تو ابو جہل نے راستے میں مجھے پکڑ لیا کہنے لگا، تمہیں پتا ہے کہ تمہارے پیغمبر علیہ السلام کہاں ہیں؟ میں نے کہا، ہاں۔ اس نے کہا، بتاؤ۔ میں نے کہا، نہیں بتاتی۔ اس نے دھمکایا کہ بتا دو ورنہ میں تمہیں بہت ماروں گا۔ میں نے نہ بتایا۔ اُس نے ایک زوردار تھپڑ میرے رخسار پر مارا میں نیچے گر پڑی، میری پیشانی پتھر سے ٹکرائی اور اس میں سے خون نکل آیا۔ میں اٹھ کر کھڑی ہوئی اور روتے ہوئے ابو جہل سے کہا کہ ''یاد رکھ! میری جان تو تیرے حوالے مگر میں محمد عربی ﷺ کو تیرے حوالے نہیں کروں گی''۔ نبی علیہ السلام اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی بات سُن کر بہت زیادہ متاثر ہوئے اور فرمایا۔ ''میں نے سب کے احسانات کا بدلہ چکا دیا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کا بدلہ اللہ دیگا''۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال نے لکھا

؎ آں امن الناس برمو لائے ما
آں کلیم اول سینائے ما

{وہ (صدیق رضی اللہ عنہ) ہمارے مولا ﷺ کا سب لوگوں میں سے بڑا محسن اور وہ ہمارے طور سیناً کا پہلا کلیم}

جب تین دن کے بعد غار ثور سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی پیچھے چلتے ہیں کبھی دائیں کبھی بائیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! جب پیچھے چلتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ دشمن کہیں دائیں سے نہ آجائے تو ادھر چلنے لگ جاتا ہوں پھر ڈر لگتا ہے کہیں بائیں سے حملہ آور نہ ہو تو ادھر چلنے لگ جاتا ہوں۔ سبحان اللہ، جس طرح شمع کے گرد پروانہ چکر لگا رہا ہوتا ہے ایک عاشق صادق اپنے محبوب ﷺ کے گرد یوں چکر لگا رہا تھا۔

جب نبی علیہ السلام ام معبد کے قریب پہنچے تو بھوک کی وجہ سے آگے سفر جاری رکھنا دشوار ہو رہا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ام معبد کی اجازت سے بکریوں کا دودھ نکالا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ جب نبی علیہ السلام نے خوب جی بھر کر پی لیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خوشی ہوئی۔ چنانچہ بعد میں کسی موقع پر یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "فشرب حتی رضیت" (نبی علیہ السلام نے اتنا دودھ پیا کہ میں خوش ہو گیا)۔

عشق نبوی ﷺ کی یہ کتنی پیاری مثال ہے کہ دودھ تو محبوب ﷺ نوش فرما رہے ہیں اور محبِ حقیقی کا دل خوشی سے پھولا نہیں سماتا حالانکہ بھوک صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی نڈھال کر رہی تھی۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو اہل مدینہ نے دونوں مہمانوں کا استقبال

کیا۔مگر چونکہ انصار ﷺ پہلے نبی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے لہٰذا وہ غلطی سے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے گرد جمع ہونے لگے۔ اتباع اتنی کامل تھی کہ نبی اور امتی میں فرق کرنا مشکل ہو گیا تھا رفتار، گفتار، چال ڈھال، لباس وغیرہ میں اتنی مشابہت تھی کہ نقل اور اصل میں کوئی امتیاز کرنا مشکل تھا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

{میں، تُو ہو گیا تُو، میں ہو گیا۔ میں تن بن گیا تو جان ہو گیا اب کوئی نہیں کہہ سکتا میں اور ہوں اور تُو اور ہے}۔ (یہ فنافی الشیخ کا مقام ہے)

جب آفتاب کی گرمی میں شدت آنے لگی تو حضرت صدیق اکبر ﷺ نے اپنے آقا کے سر پر چادر پھیلائی تب لوگوں کو خادم و مخدوم میں پہچان ہوئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے

"فاقبل ابو بکر حتی ظل علیه بر دائه فعرف الناس رسول الله عند ذٰلک"

{جب ابوبکر ﷺ آگے بڑھے اور رسول ﷺ پر اپنی چادر کا سایہ کیا تو اس پر لوگوں نے نبی علیہ السلام کو پہچانا}

اس واقعے سے ایک عاشق صادق کی کامل اتباع کا پتہ چلتا ہے۔

2 علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

حبب الی من دنیاکم ثلث. الطیب. والنساء و جعلت قرة عینی

فی الصلوۃ

{تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ خوشبو، نیک بیوی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے}

وفاؤں کے بادشاہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں۔

النظر الی وجھک. انفاق مالی علی امرک. وان تکون بنتی فی بیتک

(آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھنا، آپ ﷺ کے حکم پر مال خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ ﷺ کے نکاح میں ہے)

ان تینوں چیزوں کا مرکز ومحور دیکھا جائے تو آقائے نامدار ﷺ کی ذات بابرکات بنتی ہے۔ یہی تو عاشق صادق کی پہچان ہوتی ہے کہ اس کا سب کچھ اپنے محبوب پر قربان ہوتا ہے۔

(3) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

بینما النبی ﷺ یصلّی فی حجر الکعبة اذا اقبل عتبة بن ابی معیط فوجع ثوبه فی عنقه فخنقه شدیدا فاقبل ابو بکر رضی اللہ عنہ حتّٰی اخذ بمنکبه ودفعه عن النبی وقال اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله.

(نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کعبہ کے مقام حجر میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عتبہ بن ابی معیط نے آگے بڑھ کر انکے گلے میں کپڑا ڈال کر زور سے دبایا پس ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اسے کندھوں سے پکڑ کر ہٹایا اور کہا کہ تم

لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا، مثلہ (اسکے برابر)۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنا مال لیکر آئے۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا "**ماابقیت لاھلک قال ابقیت لھم اللہ ورسولہ**" (اہل خانہ کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر آیا ہوں)۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "**لااسابقک فی شئی ابدا**" (میں تمہارے ساتھ کسی چیز میں مقابلہ نہ کروں گا)۔ علامہ اقبال نے اس واقعے کو عجیب انداز میں پیش کیا ہے

اتنے میں وہ رفیق نبوّت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس کا چشم جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضور ﷺ چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

(5) ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھٹے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا ، ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم پر ایک وقت خوشحالی کا تھا اب تمہیں دین کی وجہ سے کتنی مشقتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ تڑپ کر بولے

اما لو عشت عمر الدنیا و اعذب بہ جمیعا اشد العذاب لا یفر جنی فرج الملح

بعد ابوبکر ﷜ میری امان میں ہیں۔ قریش نے اس امان کو تسلیم کر لیا مگر فرمائش کی کہ ابوبکر ﷜ کو سمجھا دو کہ یہ قرآن اونچا نہ پڑھے۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں:۔

"ولا یستعلن به فانا نخشی ان یفتن نساء نا و ابناء نا"

{یہ اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھے ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر نہ ہو جائیں۔}

حضرت ابوبکر ﷜ کو عشق رسول ﷺ کی وجہ سے عبادت میں اتنا کامل شغف حاصل ہو گیا تھا کہ سوز و گداز کی وجہ سے رقت طاری رہتی تھی جس کا دوسروں پر بھی اثر پڑتا تھا۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں:۔

وکان یصلی فیه ویقرء القرآن فینقذف علیه نساء المشرکین وابناء هم وهم یعجبون فیه وینظرون الیه وکان ابوبکر ﷜ رجل بکاء لایملک عینیة اذا قرء القران

{آپ ﷜ نماز ادا فرماتے اور قرآن مجید پڑھتے پس مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ ﷜ کو بنظر تعجب دیکھتے۔ ابوبکر ﷜ کی یہ کیفیت ہوتی کہ جب قرآن پڑھتے تو زار و قطار روتے انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا}

قریش نے اس پر بھی اعتراض کیا تو ابن الدغنہ نے اپنی امان واپس لے لی۔ حضرت ابوبکر ﷜ نے جواب دیا:

فانّی اردالیک جوارک وارضی بجوار اللہ عزوجل

{میں تمہاری امان واپس کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہوں}

④ حضرت عمر ﷜ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا، میرے پاس کافی مال تھا میں نے سوچا آج میں ابوبکر ﷜ سے سبقت لے جاؤں گا، چنانچہ مین نے آدھا مال صدقہ کیا۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا اہل خانہ کے

ایسے شخص کے قتل کرنے کے درپے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے)

جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو کفار نے نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور اس قدر مارا کہ بعض لوگوں نے سمجھا کہ فوت ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے رشتہ داران کو اٹھا کر گھر لائے تو پورا جسم زخمی ہو چکا تھا، جب کافی دیر کے بعد بیہوشی سے افاقہ ہوا تو آنکھیں کھولتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کس حال میں ہیں؟ والدہ نے کہا، ہمیں علم نہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں ام الخیر کے ترجمے میں لکھا ہے

انہ سأل عن رسول اللہ ﷺ بعدان افاق من غشیۃ فقالت لہ امہ لاندری فقال سلی ام جمیل بنت الخطاب فذھبت الیھا فسألتھا

(بے شک اس نے بے ہوشی سے افاقہ کے بعد نبی علیہ السلام کی خیریت پوچھی۔ تو ان کی والدہ نے کہا، ہمیں معلوم نہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ام جمیل بنت الخطاب سے پوچھنا۔ وہ اس کی طرف گئی اور جا کر پوچھا)

عشق و محبت کی کتنی اعلیٰ مثال ہے کہ اپنی تکلیف کو یکسر بھول کر جب تک نبی علیہ السلام کی خیریت معلوم نہیں کی اس وقت تک چین نہیں آیا۔

کچھ عرصہ کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی کہ تم حبشہ ہجرت کر جاؤ اس لئے کہ کفار تمہارے درپے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چل پڑے، راستے میں مقامِ برک اسماء پر ایک کافر ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ تم جیسا اچھا آدمی یہاں سے کیوں جائے، چلو میں تمہیں اپنی امان میں رکھتا ہوں۔ چنانچہ ابن الدغنہ نے مکہ مکرمہ میں آکر قریش مکہ میں اعلان کیا کہ آج کے

}اگر ساری زندگی اسی مشقت میں گذار دوں اور شدید عذاب میں مبتلا رہوں حتیٰ کہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی نہ لگے اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کی معیت کے بدلے یہ سب کچھ برداشت کرنا میرے لئے آسان ہے!

6 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے' لینے والے کا نیچے ہوتا ہے۔ میں اپنے آقا ﷺ کی اتنی بے ادبی نہیں کرنا چاہتا اس لئے رب کائنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا کہ اے اللہ! میرے محبوب ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ کرتے تھے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

''ان من امن الناس علی فی صحبته و ماله ابو بکر رضی اللہ عنہ''

(بیشک لوگوں میں سب سے بڑا محسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے)

7 جب نبی علیہ السلام مرض الوفات کی حالت میں تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً پیچھے ہٹے۔ نماز سے فراغت پر نبی علیہ السلام نے فرمایا'' ابو بکر! میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی؟ عرض کیا'' یا رسول اللہ ﷺ! ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ

ﷺ کے آگے نماز پڑھائے''۔

8 جب نبی علیہ السلام نے دنیا سے پردہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جس نے کہا کہ نبی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ تشریف لائے۔ بخاری شریف میں ہے

فجاء ابو بکر رضی اللہ عنہ و کشف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبلہ و قال بابی انت و امی طبت حیا و میتا

{پس ابو بکر آئے اور نبی علیہ السلام کے چہرے سے چادر ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا، آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان آپ ﷺ نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور پاکیزگی سے ہی خالق کو جا ملے}

سیدنا صدیق اکبر ؓ کو بعض قرائن سے پتا چل چکا تھا کہ اب محبوب ﷺ سے جدائی ہونے والی ہے اس لئے جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو صحابہ کرام ؓ خوش ہوئے مگر عاشق صادق ابو بکر رضی اللہ عنہ دل گرفتہ ہو کر مسجد کے کونے میں رونے بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام ؓ نے کہا کہ لوگ فوج در فوج داخل ہوں گے تو یہ پیغام خوشی کا ہے۔ فرمایا، ہاں جب کام مکمل ہو گیا تو محبوب ﷺ بھی تو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملیں گے میں جدائی کے تصور میں بیٹھا رو رہا ہوں۔

9 جب فتح مکہ کے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو نبی علیہ السلام نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس پر عاشق صادق نے کہا ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا کہ ان کے اسلام کی نسبت مجھے آپ کے چچا ابو طالب کے اسلام لانے کی خوشی زیادہ ہوتی'' (الاصابۃ)

⑩ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عشق رسول ﷺ میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ اب ان کو اپنے محبوب ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کر دی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ ایک مرتبہ ابو جہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا ''تو دفع ہو جا اور جا کر لات و منات کی شرمگاہ کو چاٹ'' یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق اچھے برے انجام کا نہیں سوچتا۔

⑪ جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرمالیا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے۔ سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کر لی۔ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ لشکر اسلام کو واپس بلا لیا جائے جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے کیلئے روانہ کر چکے تھے لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جس کو اللہ کے محبوب ﷺ نے آگے بھیجا ہے۔ میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤں گا اگر چہ مجھے یقین ہو کہ کتے میری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں گے'' عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی۔ سازشیں خود بخود ختم ہو گئیں، دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے سیاسی حالات کا رخ بدل گیا۔ عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

⑫ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو۔ زندگی

میں تو مشابہت تھی ہی سہی فوت ہونے میں بھی مشابہت مطلوب تھی ۔

اللہ اللہ یہ شوق انتہا ہے آخر
تھے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلکہ عاشق اکبر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے وصیّت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو روضۂ اقدس کے دروازے پر لے جا کر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کر دینا ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا ۔ چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ دروازہ پر رکھا گیا تو ''انشق القفل وانفتح الباب'' (تالہ کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا) اور ایک آواز صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنی کہا ادخلو الحبیب الی الحبیب (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ ۔ (شواہد النبوۃ)

جان ہی دے دی جگر نے آپ پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت صاف اور سنجیدہ مزاج شخصیت کے مالک تھے ۔ جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے جب ایمان قبول کر لیا تو بیت اللہ شریف کے قریب جا کر اعلان کیا اے قریش مکہ ! مسلمان بر سر عام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے وہ عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آئے ۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ

اے اللہ کے نبی ﷺ! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں پھر ساری زندگی اسی پر جمے رہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبید بن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، میں نے دیکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس پر بال نہ ہوں اس لئے میں بھی ایسا جوتا پسند کرتا ہوں۔ (شمائل ترمذی)

(۲) فتح مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے خچر پر سوار ابوسفیان بن حرب کو بٹھا کر لائے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس دشمن خدا نے آپ کو بہت ایذا پہنچائی ہے مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑا دوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے عمر! اگر ابو سفیان قبیلہ بنو عدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا" اے عباس! جب آپ اسلام لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا مجھے اپنے والد خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب تھا اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے نبی علیہ السلام کو خوشی ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آقا کی خوشی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ (بیہقی، بزاز، اصابہ)

(۳) نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق کا مقدمہ پیش ہوا۔ یہودی چونکہ حق پر تھا لہٰذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق نے سوچا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہودیوں پر سخت گیر ہیں ذرا ان سے بھی فیصلہ کروا

لیں ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے میرے پاس آیا ہے، آپ اپنے گھر سے ایک تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑا دی پھر کہا، جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا عمر رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفا ص ۸۸)

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب وصال نبوی ﷺ کا یقین ہو گیا تو انہوں نے یہ کلمات کہے

یا رسول اللہ بابی انت وامی لقد کنت تخطبنا علی جذع النخلۃ فلما کثر الناس اتخذت منبراً تسمعھم فحن الجذع لفراقک حتی جعلت یدک علیہ فسکن

(یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ ﷺ نے ایک منبر بنوایا تا کہ سب کو آواز پہنچا سکیں۔ آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہ درخت آپ ﷺ کی جدائی پر رونے لگا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ چپ ہوا)

جب ایک تنے کا آپ ﷺ کی جدائی میں یہ حال ہوا تو آپ ﷺ کی امت کو آپ ﷺ کے فراق پر زیادہ نالہ و فریاد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

(عظمت اسلام ص 7)

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا تین ہزار مقرر کیا۔ ابن عمر

ؓ نے پوچھا کہ آپ ؓ نے اسامہ ؓ کو ترجیح کیوں دی؟ وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے۔ حضرت عمر ؓ نے جواب دیا کہ اسامہ ؓ تمہاری نسبت نبی ﷺ کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ ؓ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارا تھا۔ پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔ (ترمذی، کتاب المناقب زید بن حارثہ)

(۶) ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ؓ نے شفا بنت عبداللہ العدویہ ؓ کو بلا بھیجا وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید ؓ پہلے سے موجود تھیں۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمر ؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفا ؓ کی چادر کم تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کی چچازاد بہن ہوں، پہلے اسلام لانے والی ہوں، آپ ؓ نے مجھے خاص اسی مقصد کیلئے بلایا ہے، عاتکہ ؓ تو یونہی آ گئی تھیں۔ آپ ؓ نے فرمایا واقعی یہ چادر میں نے تمہیں دینے کیلئے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ ؓ آ گئیں تو مجھے نبی علیہ السلام کی رشتہ داری کا لحاظ کرنا پڑا۔ (اصابہ، تذکرہ عاتکہ بنت اسید)

(۷) اپنے دور خلافت میں حضرت عمر ؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے آپ ؓ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی، جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی اکرم ﷺ کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے۔ حضرت عمر ؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ بوڑھی عورت نے حضرت عمر ؓ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی، امیر المومنین ؓ! آپ رات کے وقت میرے دروازے پر کیسے آئے؟ آپ ؓ نے فرمایا، ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے۔

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ
صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارِ
قَدْ کَانَ قَوَّامًا بَکٰی بِالْاَسْحَارِ
یَالَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارٌ
ھَلْ تَجْمَعُنِیْ وَ حَبِیْبِیَ الدَّارُ

{حضرت محمد ﷺ پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے موت تو آنی ہی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب ﷺ کا وصل نصیب ہوگا}

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

◉ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتہ چلا تو وہ بہت غمگین ہوئے۔ بعض نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر کے آئیں گے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہیں کرے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم قریش مجھے طواف کرنے کیلئے اصرار کرتے رہے اگر میں وہاں ایک

سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔

◉ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو اپنے گھر کھانے کے لئے مدعو کیا۔ جب نبی علیہ السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سارا راستہ نبی علیہ السلام کے قدم مبارک کی طرف دیکھتے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آئی ہے کہ میری خوشی کی انتہا نہیں۔ میں نے نیت کی تھی کہ آپ ﷺ جتنے قدم اپنے گھر سے چل کر یہاں آئیں گے میں اتنے غلام اللہ کے راستے میں آزاد کروں گا۔ (جامع المعجزات)

◉ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے لڑکپن سے ہی سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ گہرا تعلق تھا اس لئے آفتاب رسالت کی کرنیں جیسے ہی طلوع ہوئیں انہوں نے لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی۔ چھوٹی عمر میں انسان میں خوف اور ڈر زیادہ ہوتا ہے مگر عشق انسان کو نتائج سے بے پرواہ بنا دیتا ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کرنے میں دیر نہ لگائی۔ جب نبی علیہ السلام نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی امانتیں موجود تھی اس صادق اور امین ذات ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ علی رضی اللہ عنہ! تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور صبح کے وقت امانتیں لوگوں کے سپرد کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلیری، شجاعت و بہادری پر قربان جائیں کہ وہ بلاخوف وخطر چارپائی پر لیٹ گئے اور نبی علیہ السلام

کے حکم پر جان کی بازی لگا دینے پر آمادہ ہو گئے۔

◉ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی وحی آسمانی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کی جدائی عظیم صدمہ ہے اگر آپ ﷺ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا تو ہم آپ ﷺ پر آنسو بہاتے تاہم درد و درمان اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق رسول ﷺ کے متفرق واقعات:

❶ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں لڑتے لڑتے بہت آگے نکل گئے جب ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا تو مسلمانوں کو پریشانی کے عالم میں پایا۔ پوچھا، کیا ہوا؟ جواب ملا کہ جن کے لئے لڑتے تھے وہ ہی نہ رہے تو اب کیا کریں، ہم نے سنا ہے کہ نبی علیہ السلام شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور فرمایا کہ لوگو ہم نبی علیہ السلام کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے چنانچہ آگے بڑھے اور لڑ کر شہادت پائی۔ جب ان کی لاش دیکھی گئی تو تلوار اور نیزے کے ۸۰ زخم تھے۔ کوئی شخص نہ پہچان سکا ان کی بہن نے انگلیوں سے ان کی شناخت کی۔ (بخاری غزوہ احد 578)

❷ نبی علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ ایک سال کے بعد خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت ہوئی فرمایا، اے بلال رضی اللہ عنہ! تم نے ہم سے ملنا چھوڑ دیا اتنی دور ٹھکانہ بنالیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی، عشق نبوی ﷺ نے اتنا جوش مارا کہ رات کے وقت اونٹنی پر سوار ہو کر

مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب مدینہ میں پہنچے تو صحابہ کرام ﷺ نے اذان دینے کی فرمائش کی ۔ ابتدا میں حضرت بلال ﷺ نے انکار کیا لیکن جب خاندان نبوت کے شہزادوں حضرت حسن ﷺ اور حضرت حسین ﷺ نے درخواست کی تو بات ماننی پڑی۔ جونہی اذان دینی شروع کی تو صحابہ کرام ﷺ دور نبوی ﷺ کی اذان سن کر تڑپ اٹھے اور یاد رسول ﷺ میں زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ جب اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ پر پہنچے تو مدینے کی عورتیں بھی روتی ہوئی گھروں سے نکل آئیں، بچے اپنی ماؤں سے پوچھنے لگے کہ حضرت بلال ﷺ تو واپس آگئے بتاؤ رسول اللہ ﷺ کب واپس آئیں گے؟ حضرت بلال ﷺ دور نبوی ﷺ میں جب اذان کہتے تو نبی علیہ السلام کی زیارت بھی کر لیتے تھے اس مرتبہ جب نبی علیہ السلام کے چہرہ انور کو سامنے نہ پایا تو غم میں بے ہوش ہو کر گر گئے کافی دیر کے بعد ہوش آیا تو روتے ہوئے ملک شام واپس آگئے ۔ (مدارج النبوہ ص 236)

3 جنگ اُحد میں جب کفار نے نبی علیہ السلام پر حملے کی پرزور کوشش کی تو چند نوجوان صحابہ ﷺ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ گئے ان میں سے اکثر نے جام شہادت نوش کیا۔ ایک صحابی ﷺ کو زخموں سے چور حالت میں دیکھا گیا، کسی نے پوچھا کہ آپ ﷺ کو کیا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ میں آخری لمحے میں اپنے محبوب ﷺ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ ان کو اٹھا کر نبی علیہ السلام کے پاس لئے آئے ۔انہوں نے جب چہرہ انور کو دیکھا تو آخری ہچکی لی اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ (مسلم غزوہ احد)

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے

اسی مضمون کو کسی دوسرے شاعر نے دوسرے انداز سے باندھا ہے

تیرے قدموں میں سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے
یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے

اسی مضمون کو ایک شاعر نے تیسرے انداز سے باندھا ہے

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

4 فتح مکہ سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ دشمنان اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ اے زید رضی اللہ عنہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ سچ بتا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس ہوتے اور تمہاری جگہ تمہارے پیغمبر اسلام ہوتے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں رہوں اور میرے آقا و سردار کو کانٹا چبھے۔ یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے اتنی محبت کی جاتی ہو جتنا کہ مسلمان اپنے رسول ﷺ سے کرتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

5 حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا وقت وفات قریب آیا تو بیوی نے کہا واحــزنــاہ (ہائے غم) آپ نے فرمایا وافرحناہ غدا القی محمدا و اصحابہ (واہ خوشی کہ کل ہم محمد ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ملیں گے) اس سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح دیوانہ وار نبی علیہ السلام سے محبت کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

6 حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک درزی نے نبی علیہ السلام کی دعوت کی اور کھانے میں جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین

گوشت تھا۔ کھانے کے دوران میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے ہیں۔ پس مجھے اس دن سے کدو کھانے سے رغبت ہوگئی۔ یہ ہوتی ہے محبت کہ محبوب کو جو بھی چیز پسند ہو انسان کو وہی چیز محبوب ہو جائے۔

7 صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو کفار کے سامنے اپنے تاثرات یوں بیان کئے۔

''اے لوگو! اللہ کی قسم، میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی گیا ہوں، قیصر و کسریٰ کے دربار کو بھی دیکھا ہے۔ میں نے کسی بادشاہ کی بھی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی جتنی مسلمان اپنے رسول ﷺ کی کرتے ہیں۔ جب کبھی ان کے ناک سے رطوبت نکلی تو ان کے کسی عقیدت مند نے اسے اپنے ہاتھوں پر لے لیا، جب وہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں، جب وضو کرتے ہیں تو اصحاب خاموش اور پرسکون رہتے ہیں۔ تعظیم و ادب کی وجہ سے اپنے رسول ﷺ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔'' ایک بیگانے آدمی کے یہ تاثرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں عشق نبوی ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (بخاری شریف)

8 حضرت کابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ شکل وصورت میں کافی حد تک مشابہت حاصل تھی۔ چنانچہ یہ جب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملنے جاتے تو وہ کھڑے ہو کر استقبال کرتے اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے۔ مجلس کے اختتام پر ہدیہ دے کر رخصت کرتے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ انہیں دیکھ کر نبی علیہ السلام کا چہرہ انور آنکھوں کے سامنے آجاتا تھا۔

9 حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے

اپنے صاحبزادے کو فرمایا ''کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ (بخاری شریف)

⑩ اہل یمامہ کے سردار حضرت ثمامہ بن اثال نے ایمان لا کر کہا ''یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آج سے پہلے روئے زمین پر کوئی چہرہ مجھے آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا مگر آج وہی چہرہ مجھے روئے زمین کے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔'' (بخاری شریف: باب وفد بنی حنیفہ)

⑪ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان ایمان لا کر کہنے لگی۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن آج میری نگاہ میں کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں ہے'' (بخاری شریف، باب ذکر ہندہ بنت عتبہ)

⑫ حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا۔ اہل مجلس میں سے کسی نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یاد کیجئے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا، **یا محمد!** (اے محمد ﷺ!) آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں اچھا ہو گیا۔ اس سے پتہ چلا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی۔ (الادب المفرد)

⑬ جب نبی علیہ السلام غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو ایک صحابی حضرت عبداللہ بن خثیمہ رضی اللہ عنہ اپنے کاموں اور مصروفیات کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ ان کی دو

خوبصورت اور حسین وجمیل بیویاں تھیں۔ انہوں نے دو پہر کے کھانے بنائے اور کمرے کو خوشبو سے معطر کر دیا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جونہی کھانوں کو دیکھا تو فرمایا، سبحان اللہ، اللہ کے محبوب تو شدید گرمی میں جہاد کیلئے جائیں اور عبد اللہ بیویوں کے ساتھ بیٹھ کر لذیذ کھانے کھاتا رہے۔ اللہ کی قسم! جب تک میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں نہیں پہنچوں گا ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر اونٹ پر سوار ہوئے اور تبوک کی طرف چل دیئے۔ جب قافلے کے قریب پہنچے تو نبی علیہ السلام نے دور سے دیکھ کر فرمایا عبد اللہ بن خثیمہ ہوگا۔ چنانچہ جب آپ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''ابن خثیمہ کیا ہی اچھی بات ہے تم فانی لذتوں کو چھوڑ کر رضائے الٰہی کی تلاش میں مصروف ہوگئے''۔

⑭ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کبھی کبھی مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کی وفات کی خبر سنی تو اس قدر غمزدہ ہوئے کہ اپنے نابینا ہونے کی دعا مانگی جو قبول ہوگئی۔ لوگوں نے پوچھا، ایسا کیوں کیا؟ فرمایا ''میری آنکھوں کی بینائی اس لئے تھی کہ میں نبی ﷺ کا دیدار کروں، جب محبوب نے پردہ کر لیا تو بینائی کی کیا ضرورت ہے۔ (شواہد النبوۃ ص 179)

⑮ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص تھے۔ انہوں نے اپنے پورے گھرانے کو نبی ﷺ کے عشق میں معمور پایا۔ ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بچوں کو شیشی دے کر بھیجتی کہ نبی ﷺ کے پسینے کے قطرے اس میں جمع کر دیں۔ ان کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں نبی ﷺ کی شہادت کی خبر سنی تو کہا کہ اب

جینے کا کیا مزہ اورلڑ کر شہادت پائی۔اسی طرح ان کے والد ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کے بھائی حضرت براء رضی اللہ عنہ بن مالک اوران کی خالہ ام حرام رضی اللہ عنہا سب کے سب نبی ﷺ کے شیدائی تھے ان کے گھر میں اکثر نبی ﷺ کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔

⑯ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ ایک دیہاتی صحابی تھے۔اپنی سبزیاں شہر میں لاکر بیچتے تھے۔ نبی علیہ السلام فرماتے کہ یہ ہمارے دیہاتی دوست ہیں۔ایک دن حضرت زاہر رضی اللہ عنہ بازار میں کھڑے سبزی بیچ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے پیچھے سے آکران کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے؟ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کو جب یہ پتا چلا کہ نبی ﷺ یہ فرمارہے ہیں تو کہا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھ جیسے کم قیمت کو کون خریدے گا؟ یہ کہہ کر اپنی کمر نبی علیہ السلام کے سینہ مبارک سے چپکا دی۔نبی علیہ السلام نے فرمایا، آپ اللہ کے نزدیک بہت بیش قیمت ہیں۔(شمائل ترمذی)

⑰ حضرت ربیعہ بن کعب سلمٰی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا۔وضو کا پانی لانا،مسواک اور جوتے وغیرہ کا خیال رکھنا میرے ذمے تھا۔ایک دن نبی علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا کہ مانگو۔میں نے کہا ''اسئلک رفقک فی الجنۃ'' (میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اور۔میں نے عرض کیا،نہیں۔بس میرا مقصود تو یہی ہے۔فرمایا، کثرت سجود سے میری مدد کرنا۔(مشکوٰۃ)

⑱ غزوۂ بدر میں جب نبی علیہ السلام نے کفار کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طلب کیا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بولے ہم وہ نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہہ دیں '' تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو'' بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں

سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ جاں نثارانہ فقرے سنے تو خوشی کی زیادتی سے چہرہ مبارک چمک اٹھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

سبحان اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا
نبی ﷺ کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

(۱۹) صحابہ کرام ؓ کے عشق و وفا کا سب سے زیادہ مظاہرہ جنگ احد میں ہوا۔ جب کفار نے نبی علیہ السلام پر اچانک حملہ کر دیا تو نبی علیہ السلام کے سامنے صرف نو صحابہ ؓ رہ گئے جن میں سات انصاری تھے۔ اور دو قریشی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا "کون ہے جوان بدبختوں کو مجھ سے دور کرے" یہ سنتے ہی ایک انصاری آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ پھر دوسرے بڑھے اسی طرح ایک ایک کر کے ساتوں حضرات نے نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھوں کے سامنے جام شہادت نوش کیا۔ دو قریشی صحابہ ؓ میں سے ایک طلحہ ؓ اور دوسرے سعد ؓ تھے۔ حضرت سعد ؓ کے سامنے نبی علیہ السلام نے اپنا ترکش بکھیر دیا۔ ان کو ایک ایک کر کے تیر دیتے اور فرماتے اس تیر کو پھینکو تم پر میرے ماں باپ قربان۔ ان الفاظ سے حضرت سعد ؓ کی وفاؤں اور محبوب کی دعاؤں کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ حضرت سعد ؓ نبی علیہ السلام کے سامنے ڈھال کی مانند کھڑے ہو گئے اس زور سے تیر اندازی کی کہ تین کمانیں ٹوٹ گئیں۔ جب نبی علیہ السلام ان کی اوٹ سے اپنا سر مبارک ایک طرف کر کے کفار کو دیکھنے لگتے تو وہ کہتے، میرے سردار! آپ ﷺ پر میرے

ماں باپ قربان اس طرح نہ دیکھیں ایسا نہ ہو کہ کسی کافر کا تیر آپ ﷺ کو لگ جائے۔(بخاری باب غزوہ احد)

(20) غزوۂ احد میں نبی علیہ السلام نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ حضرت سعد بن ربیع انصاری کو تلاش کریں۔ وہ شہداء کی لاشوں میں انہیں تلاش کر رہے تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود ہی بول پڑے کیا کام ہے؟ جواب دیا کہ مجھے نبی علیہ السلام نے بھیجا ہے کہ تمہارا پتہ کروں۔ انہوں نے کہا، جاؤ نبی علیہ السلام کی خدمت میں میرا اسلام پیش کرو اور بتاؤ کہ مجھے نیزے کے 12 زخم لگے ہیں اور اپنے قبیلے میں اعلان کر دو کہ اگر نبی علیہ السلام شہید ہو گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ بچا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔(موطا امام مالک ؒ)

(21) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے تو دین کی خاطر بہت سی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ آخر تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ کفار نے پیچھا کیا اور انہیں پکڑنے کی کوشش کی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنا ترکش لے کر سامنے کھڑے ہو گئے، للکار کر کہا اگر مقابلہ کرو گے تو میں تم سے زیادہ بہتر تیر انداز ہوں اور اس کے ساتھ میرے پاس تلوار بھی ہے۔ اگر تمہیں مال چاہیئے تو میں تمہیں اس کا پتہ بتا دیتا ہوں اور میری دو باندیاں بھی مکہ میں ہیں جاؤ ان چیزوں سے مزے اڑاؤ۔ کفار لالچ میں آ کر پلٹ گئے اس پر یہ آیت اتری ''وَمِنَ النَّاسِ يَشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ'' (کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی جان کے بدلے خرید لیتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے)۔

جب نبی علیہ السلام کے پاس قبا میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا، صہیب! تم نے نفع کی تجارت کی۔ نبی علیہ السلام کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ حضرت صہیب

ؓ کی ایک آنکھ دکھ رہی تھی مگر وہ بھی ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہاری تو آنکھ میں تکلیف ہے۔ عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں اس طرف سے کھا رہا ہوں جدھر سے تکلیف نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام یہ سن کر مسکرا پڑے۔ (اسد الغابہ)

(۶۲) حضرت خبیب ؓ ایک عرصہ تک قید میں رہے بالآخر مشرکین مکہ نے انہیں سولی پر چڑھانے کا فیصلہ کیا۔ حجر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہوئی کہتی ہے کہ ہم نے خبیب ؓ کو انگور کا بڑا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ مکہ میں اس وقت انگور کا موسم ہی نہیں تھا۔ جب حضرت خبیب ؓ کو حرم سے باہر لایا گیا تو پوچھا گیا کہ تمہاری آخری خواہش۔ فرمایا اتنی مہلت دے دو کہ دو رکعت نماز پڑھ سکوں چنانچہ انہوں نے بڑے سکون سے دو رکعت پڑھیں اور فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد انہیں تختہ دار کی طرف لے جایا گیا۔

؎ جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

جب حضرت خبیب ؓ کو تختہ دار پر کھڑا کیا گیا تو مشرکین مکہ نے ان کا مذاق اڑایا۔ حضرت خبیب ؓ نے ان کیلئے بددعا کر دی۔ چنانچہ وہ تمام لوگ ایک سال کے اندر مر گئے۔ تختہ دار کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت خبیب ؓ نے کہا، اے اللہ! ہم نے تو اپنے محبوب ﷺ کے فرمان پر عمل کیا۔ یہاں کوئی بھی نہیں جو میرا پیغام ان تک پہنچا دے، تو قادر مطلق ہے ایک غلام کا عاجزانہ سلام ان تک پہنچا دے۔ حضرت اسامہ ؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ آثار

وحی ظاہر ہوئے اور نبی ﷺ نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھر آئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خبیب رضی اللہ عنہ کا سلام مجھ تک پہنچا دیا۔ (شواہد النبوۃ: ص ۱۳۸)

(۲۶) حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ دیہات میں رہتے تھے ایک دفعہ مدینہ آئے تو پتہ چلا کہ نبی علیہ السلام احد کی لڑائی کیلئے گئے ہیں۔ وہیں پر اپنی بکریوں کو چھوڑا اور نبی علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں کفار کی ایک جماعت نے نبی علیہ السلام کی طرف بڑھنا چاہا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو ان کو منتشر کرے وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے ان کو منتشر کر دیا۔ نبی علیہ السلام نے ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ وہ اپنے محبوب کی زبان فیض ترجمان سے اتنی عظیم خوشخبری سن کر وجد میں آ گئے تلوار سنبھال کر کفار کے مجمع میں گھس گئے حتیٰ کہ شہادت پائی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام ان کے سرہانے کھڑے فرما رہے ہیں وہب رضی اللہ عنہ میں تم سے راضی ہوں اللہ تم سے راضی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے وہب رضی اللہ عنہ پر رشک آیا جی چاہا کہ ان کی جگہ میں ہوتا۔

(۲۷) حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے۔ ایک روز نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کا مجھ پر حق ہو وہ لے سکتا ہے۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! میرا حق ہے، ایک مرتبہ جہاد کی صف بنا کر کھڑے تھے، آپ صفیں درست کروا رہے تھے، آپ ﷺ نے اپنی چھڑی سے مجھے پیچھے ہٹایا تو مجھے اس کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا تم بھی بدلہ لے سکتے ہو۔ وہ کہنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس وقت میرے بدن پر قمیض نہ تھی۔ نبی علیہ السلام نے بھی کپڑا اٹھا دیا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے بدلہ لینے کی بجائے آگے بڑھ کر پہلے مہر

نبوت کو چوما پھر نبی علیہ السلام کے سینہ انور سے لپٹ گئے۔ پھر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کب سے طبیعت مچل رہی تھی اس کام کیلئے مگر موقع نہ ملتا تھا۔ آج میرے بخت جاگے کہ محبوب سے ہم آغوش ہونے کی سعادت ملی۔ (ابوداؤد)۔

(25) ایک مرتبہ حضرت میمونہ ؓ کے گھر میں عبداللہ بن عباس ؓ نبی علیہ السلام کے دائیں طرف بیٹھے تھے۔ حضرت میمونہ ؓ دودھ لائیں تو نبی علیہ السلام نے نوش فرمایا اور بچے ہوئے دودھ کے بارے میں عبداللہ بن عباس ؓ سے پوچھا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔ عبداللہ بن عباس ؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کا بچا ہوا دودھ کسی کو نہیں دے سکتا۔ یعنی عاشق صادق کیلئے تو یہ نعمت عظمیٰ تھی۔ (ترمذی)

(26) نبی علیہ السلام جب بھی نکاح کرتے تو آپ ﷺ کے ایک عاشق صادق حضرت عمر ؓ بن الجموع آپ ﷺ کی طرف سے ولیمہ کرتے۔

(27) ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے کہا۔ جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا اور اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں بھی تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیر ؓ نے پوچھا کہ جمعرات کے دن کا کیا مطلب؟ فرمایا کہ اس دن نبی علیہ السلام کی مرض وفات شروع ہوئی تھی۔ یہ مرض بڑھتا گیا بالآخر آقائے نامدار ﷺ نے پردہ فرمالیا۔ یہ کہہ کر پھر رونا شروع کر دیا۔

(28) بعض صحابہ کرام ؓ نے یہ قسم اٹھا رکھی تھی کہ جب ہم صبح اٹھیں گے تو سب سے پہلے نبی علیہ السلام کا دیدار کریں گے۔ چنانچہ وہ نبی علیہ السلام کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر انتظار کرتے جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو آپ ﷺ کا دیدار کرنے کیلئے آنکھیں کھولتے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حضرات نے اپنی قسموں کو کیسے

پورا کیا ہوگا۔ بعض حضرات رات کے وقت گھر سوئے ہوئے ہوتے آنکھ کھل جاتی تو نبی علیہ السلام کے خیال مبارک سے دل اداس ہو جاتا۔ گھر سے باہر آکر نبی ﷺ کے حجرات کی زیارت کرتے رہتے گھنٹوں بیٹھے دیکھتے رہتے کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں میرا محبوب ﷺ سویا ہوا ہے۔

(29) ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور کچھ عرصہ صحبت نبوی ﷺ میں رہنے کے بعد گھر واپس گئے۔ وہاں ان کے کسی عورت کے ساتھ مراسم اور تعلقات تھے۔ وہ عورت ان سے ملنے کیلئے آئی۔ انہوں نے رخ پھیر لیا، وہ کہنے لگی، کیا بات ہوئی؟ وہ بھی وقت تھا جب تم میری محبت میں بے قرار ہو کر گلیوں کے چکر لگاتے تھے، مجھے ایک نظر دیکھنے کیلئے تڑپتے تھے، میری ملاقات کے شوق میں ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے۔ جب میں تم سے ملاقات کرتی تھی تو قسمیں کھا کھا کر اپنی محبت کی یقین دہانی کرواتے تھے۔ اب میں خود چل کر تمہارے پاس ملنے کیلئے آئی ہوں تو تم نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ فرمانے لگے کہ میں ایک ایسی ہستی کو دیکھ کر آیا ہوں کہ اب میری نگاہیں کسی غیر پر نہیں پڑ سکتیں۔ میں دل کا سودا کر چکا ہوں۔ وہ عورت ضد میں آکر کہنے لگی اچھا ایک مرتبہ میری طرف دیکھ تو لو۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے عورت! چلی جاو ورنہ میں تلوار سے تمہارا سر قلم کردوں گا۔ سبحان اللہ،

ہم نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں ساقی
جام مے کی مجھے حاجت ہی نہیں

(30) عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے جب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق غلط باتیں پھیلانی شروع کیں تو ان کے بیٹے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، یارسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے باپ کا سر

اڑا دوں۔ نبی ﷺ نے منع فرما دیا۔ عشق کا تقاضا یہی تھا کہ نبی ﷺ سے محبت اتنی ہو کہ والدین کی محبت بھی اس کے سامنے کچھ حیثیت نہ رکھے۔

(31) ایک صحابی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! میری والدہ نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے ہیں مجھے اجازت ہو تو اس کا سر قلم کر دوں۔ نبی علیہ السلام نے اس عاشق صادق کی طرف دیکھا تو اس کی بات میں حقیقت کو بھرا پایا۔ آپ ﷺ کے دل میں شفقت و محبت نے جوش مارا فرمایا، کیا تم اجازت لینا پسند کرتے ہو یا کہ میں تمہاری والدہ کے لئے ہدایت کی دعا کروں؟ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اگر ہدایت کی دعا فرمائیں تو زہے نصیب۔ نبی علیہ السلام نے اس وقت دعا فرمائی وہ صحابی فوراً گھر کی طرف بھاگے کہ دیکھتا ہوں کہ میں گھر پہلے پہنچتا ہوں یا نبی علیہ السلام کی دعا پہلے قبول ہوتی ہے۔ جب گھر پہنچے تو والدہ کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگیں، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں مسلمان ہوتی ہوں۔

(32) ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جہاد کیلئے اللہ کے راستے میں اپنا مال صدقہ کرو۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی حیثیت کے مطابق مال لانے لگے۔ ایک نوجوان صحابی کے پاس بے سرو سامانی کا معاملہ تھا وہ بہت دیر تک سوچتے رہے کہ میں نبی علیہ السلام کے فرمان کو کیسے پورا کروں۔ چنانچہ ایک یہودی سے جا کر قرض مانگا۔ اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تم ساری رات میرا کنواں چلاؤ تو میں تمہیں اس کے بدلے میں کچھ کھجوریں دے دوں گا۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ ساری رات کنواں کھینچنا آسان ہے چلو کچھ تو ملے گا جو میں آقا کے سپرد کر سکوں گا۔ چنانچہ بیل کی جگہ پر اس صحابی رضی اللہ عنہ کو باندھ دیا گیا اور وہ کنواں چلاتے رہے۔ ساری

رات کنواں چلا کر جسم تھکن سے چور تھا، بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اسی حال میں تھوڑی سی کھجوریں لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے دور سے آتے دیکھا تو پہچان لیا۔

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے
وہ آ رہا ہے کوئی شب غم گذار کے

چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس کی کھجوریں قبول فرمائیں اور ایک صحابی ؓ کو کہا کہ یہ کھجوریں اس سامان میں تھوڑی تھوڑی کر کے مختلف جگہ پر رکھ دو۔ چنانچہ ان کھجوروں کو اسی طرح رکھ دیا گیا۔ جس طرح کسی دیوار میں نگینے جڑے ہوتے ہیں۔

(33) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے۔ پوچھا یہ کون شخص ہے؟ جواب ملا کہ یہ محمد ؓ بن اسامہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا غصہ جاتا رہا گردن جھکا لی اور فرمایا کہ اگر اس کو رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو محبت کرتے۔ گویا نبی علیہ السلام کے ساتھ نسبت کی ان کے ہاں بڑی وقعت تھی ہر شے کو اسی پیمانے پر تولتے تھے۔ (بخاری کتاب المناقب)

(34) ایک مرتبہ حضرت ابوایوب انصاری ؓ نبی علیہ السلام کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور مرقد کے ساتھ سر لگا کر بیٹھ گئے۔ مروان نے دیکھا تو کہا کچھ خبر بھی ہے کیا کرتے ہو؟ فرمایا، میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 5۔ صفحہ 432)

(35) ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے عورتوں کیلئے مسجد کا دروازہ مخصوص کرنے کے بارے میں فرمایا **لو ترکنا ھذا الباب للنساء** (کاش کہ ہم یہ دروازہ عورتوں

کیلئے چھوڑ دیتے)۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد اس شدت سے فرمان نبوی ﷺ پر عمل کیا کہ اپنی موت تک اس دروازے سے مسجد نبوی ﷺ میں داخل نہ ہوئے۔(ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

(36) حضرت محمد بن اسلم رضی اللہ عنہ ایک بوڑھے صحابی تھے۔ جب بازار سے واپس گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انہوں نے مسجد نبوی ﷺ میں نماز نہیں پڑھی۔تو فوراً مسجد نبوی ﷺ میں جا کر نماز پڑھتے اور کہتے کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نہ پڑھے گھر نہ جائے (اسد الغابہ)

(37) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی حج کیلئے روانہ ہوتے تو راستے میں ایک جگہ اونٹ کو روکتے اور راستے سے ہٹ کر ایک جگہ ایسے بیٹھتے جیسا کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو رہے ہوں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر اپنا سفر شروع کر دیتے۔لوگ پوچھتے کہ جب فراغت کی ضرورت نہیں تھی تو رکنے کا کیا فائدہ؟ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے ساتھ سفر کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نبی علیہ السلام اس جگہ رکے اور فارغ ہوئے۔بس اسی کی یاد میں جب اس جگہ پہنچتا ہوں تو میں بھی مشابہت حاصل کرنے کیلئے تھوڑی دیر بیٹھ جاتا ہوں۔

(38) ایک حبشی صحابی رضی اللہ عنہ کے سر کے بال گھنگھریالے تھے وہ غسل کرنے کے بعد چاہتے کہ سر کے بالوں میں مانگ نکالیں مگر نہ نکلتی۔انہیں بہت حسرت رہتی کہ میرا سر بھی نبی علیہ السلام کے سر مبارک سے مشابہ ہونا چاہیے۔ایک دن فرط جذبات میں انہوں نے لوہے کی سلاخ گرم کی اور سر کے درمیان میں پھیر دی۔ چمڑا اور بال جلنے کی وجہ سے سر کے درمیان ایک لکیر نظر آنے لگی۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اتنی

تکلیف کیوں اٹھائی؟ فرمایا، تکلیف تو بھول جاؤں گا جب میرے سر پر یہ مانگ اسی طرح نظر آئے گی جس طرح نبی علیہ السلام کے سر پر نظر آتی ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمْ
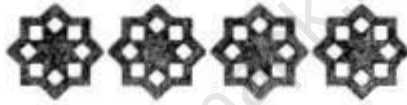
صحابیات کا عشق رسول ﷺ

عشق رسول ﷺ میں صحابیاتؓ نے بھی بہت اعلیٰ اور نمایاں مثالیں پیش کیں۔ ان کے سینے عشق نبوی ﷺ سے معمور تھے اور ان کے پاکیزہ قلوب اس نعمت کے حصول پر مسرور تھے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں

1. جنگ احد میں یہ افواہ چاروں طرف پھیل گئی کہ نبی اکرم ﷺ شہید ہو گئے ہیں مدینہ کی عورتیں شدت غم سے روتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ ایک انصاریہ صحابیہؓ کہنے لگیں کہ میں اس بات کو اس وقت تک تسلیم نہیں کروں گی جب تک کہ خود اس کی تصدیق نہ کرلوں۔ چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر اُحد کی طرف نکل پڑیں جب میدان جنگ کے قریب پہنچیں تو ایک صحابیؓ سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان سے پوچھنے لگیں ما بال محمد (محمد ﷺ کا کیا حال ہے؟) انہوں کہا معلوم نہیں لیکن تمہارے بھائی کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے۔ وہ اس خبر کو سن کر ذرا بھی نہ گھبرائی اور آگے بڑھ کر دوسرے صحابیؓ سے پوچھا ما بال محمد ﷺ۔ انہوں نے جواب دیا معلوم نہیں مگر تمہارے والد کی لاش فلاں جگہ میں نے دیکھی ہے۔ یہ خبر سن کر بھی پریشان نہ ہوئی بلکہ آگے بڑھ کر تیسرے صحابیؓ سے پوچھا ما بال محمد ﷺ۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے تمہارے خاوند کی لاش فلاں جگہ دیکھی

ہے۔ یہ خبر سن کر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ پھر پوچھا کہ نبی ﷺ کی خیریت کے بارے میں بتاؤ۔ کسی نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فلاں جگہ بخیریت دیکھا ہے۔ یہ سن کر وہ تیزی سے اس طرف روانہ ہوئی جب نبی ﷺ کو بخیریت دیکھا تو آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا **کل مصیبة بعد محمد جلل** (ہر مصیبت نبی ﷺ کے بعد آسان ہے)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ صحابیاتؓ کے قلوب میں جو محبت نبی ﷺ کیلئے تھی وہ باپ بھائی اور شوہر کی محبت سے بھی زیادہ تھی۔ یہی ایمان کامل کی نشانی بتائی گئی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

❷ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو حکم دیا کہ وہ جہاد کی تیاری کریں۔ مدینہ کے ہر گھر میں جہاد کی تیاریاں زوروں پہ تھیں۔ ایک گھر میں ایک صحابیہؓ اپنے معصوم بچے کو گود میں لئے زاروقطار رو رہی تھی۔ اس کے خاوند پہلے کسی جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ اب گھر میں کوئی بھی ایسا مرد نہ تھا کہ جس کو وہ تیار کر کے نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد میں بھیجتی۔ جب بہت دیر تک روتی رہی اور طبیعت بھر آئی تو اپنے معصوم بیٹے کو سینے سے لگایا اور مسجد نبوی ﷺ میں نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی۔ اپنے بیٹے کو نبی ﷺ کی گود میں ڈال کر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے بیٹے کو جہاد کے لئے قبول فرمائیں۔ نبی ﷺ نے حیران ہو کر فرمایا یہ معصوم بچہ جہاد میں کیسے جا سکتا ہے؟ وہ رو کر کہنے لگی کہ میرے گھر میں کوئی بڑا مرد نہیں کہ جس کو بھیج سکوں، آپ ﷺ اسی کو قبول کر لیں۔ آپ ﷺ نے کہا یہ بچہ کیسے جہاد کرے گا؟ وہ صحابیہؓ کہنے لگی کہ میرے اس بچے کو کسی ایسے مجاہد کے حوالے کر دیجئے جس کے ہاتھ میں ڈھال نہ ہو تاکہ جب وہ مجاہد کفار کے مقابلے کے لئے جائے اور کفار تیروں کی بارش برسائیں تو وہ مجاہد تیروں سے بچنے کیلئے میرے بیٹے کو آگے کر

دے۔ میرا بیٹا تیروں کو روکنے کے کام آ سکتا ہے۔ سبحان اللہ، تاریخ انسانیت ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ عورت اور ماں جیسی شفیق ہستی فرمان نبوی ﷺ کو سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے اتنی بے قرار ہوئی ہے کہ معصوم بچے کو شہادت کیلئے پیش کر دیتی ہے۔

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرا دو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ مبارک کھولا۔ وہ صحابیہ عشق نبوی ﷺ میں اس قدر مغلوب تھی کہ زیارت کر کے روتی رہی اور روتے روتے انتقال فرما گئی۔ (شفاء شریف)

④ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ پہنچے تو اپنی بیٹی سے ملنے آئے۔ قریب پڑے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے بستر کو لپیٹ لیا ابو سفیان نے کہا، بیٹی مہمان کے آنے پر بستر بچھاتے ہیں بستر لپیٹتے تو نہیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ابا جان! یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور پاک محبوب ﷺ کا ہے جبکہ آپ مشرک ہونے کہ وجہ سے ناپاک ہیں لہٰذا اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابو سفیان کو بڑا رنج ہوا مگر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دل میں جو محبت اور عظمت اللہ کے رسول ﷺ کی تھی اس کے سامنے خونی رشتے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ قربان جائیں ان کے پیارے عمل پر کہ باپ کا تعلق چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے مگر محبوب ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

⑤ ایک صحابی حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ نہایت غریب نوجوان تھے۔ ایک مرتبہ تذکرہ چھڑا کہ انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی کہ ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو۔ وہ گئے اور بتایا کہ میں نبی

علیہ السلام کے مشورے سے حاضر ہوا ہوں تاکہ میرا نکاح آپ کی بیٹی سے کر دیا جائے۔ باپ نے کہا، بہت اچھا ہم لڑکی سے معلوم کر لیں۔ جب پوچھا گیا تو لڑکی کہنے لگی، ابو جان! یہ مت دیکھو کہ کون آیا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بھیجنے والا کون ہے چنانچہ فوراً نکاح کر دیا گیا۔ ایک صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا جس کو کسی شاعر نے منظوم انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

ایک بندہ سعد رضی اللہ عنہ نامی آپ ﷺ کا اصحاب تھا
رنگ کالا اس کا تھا اور نقد میں نایاب تھا
ایک دن دریائے رحمت آ گیا یوں جوش میں
سعد رضی اللہ عنہ کو بیٹھے بٹھائے لے لیا آغوش میں
سعد رضی اللہ عنہ تو نے اپنی شادی آج تک کی یا نہیں
سعد رضی اللہ عنہ بولا رشتہ کوئی کالے کو دیتا نہیں
ایک لڑکی خود میرے چچا کے ہاں موجود ہے
میں تو کوشش کر چکا لیکن وہاں بے سود ہے
جب بھی جاتا ہوں وہاں لے کر میں خود اپنا پیام
دھکے ملتے ہیں مجھے سنتا ہوں باتیں بے لگام
بدشکل بدرنگ ہونا اس میں میرا چارہ کیا
میں نے ہے وہ رنگ پایا جو مجھے رب نے دیا
کالے گورے کا خیال آتے ہی جذبہ آ گیا
جوش میں آ کر اسی دم آپ ﷺ نے فرما دیا
سعدؓ میں نے آج تیرا عقد اس سے کر دیا
اپنے چچا جی کو جا کر یہ خبر جلدی بتا

سعدؓ نے سن کر نبی ﷺ کی گفتگو، پرواز کی
اپنے چچا جان کے دروازے پر آواز دی
سن کے یہ آواز وہ جلدی سے باہر آ گئے
سعدؓ کی اس بات سے دل میں بہت گھبرا گئے
بولے تو ہے رنگ کا کالا ہے اور مفلس غریب
میں تجھے لڑکی دوں اپنی یہ کہاں تیرا نصیب
سعدؓ کے چچا عمرو بن وہب بولے بے حجاب
بھاگ جاؤ در سے میرے ورنہ کر دوں خراب
سعدؓ بولے اپنی مرضی سے تو میں آیا نہیں
مصطفیٰ ﷺ نے بھیجا تھا اور اب بھی جاتا ہوں وہیں
سعدؓ تو یوں ڈر سے واپس آ گئے سوئے جناب ﷺ
اور گئے اندر چچا کھاتے ہوئے کچھ پیچ و تاب
لڑکی ان کی سن چکی تھی سعدؓ کے سارے جواب
بولی ابا خیر تو ہے کیوں تھا غصے کا خطاب
باپ بولا سعدؓ حبشی میرے در پہ آیا تھا
اور تجھ سے شادی کا پیغام مجھ تک لایا تھا
رنگ کا ہے کالا وہ اور مفلس و محتاج بھی
میری عزت اور دولت کی نہ رکھی لاج بھی
چاند سی بیٹی اسے دے دوں یہ تو ممکن نہیں
وہ دو کوڑی کا بنے داماد ہو سکتا نہیں

لڑکی بولی خود پیام عقد لے کے آیا تھا
یا کسی نے بھیجا تھا اور بن کے قاصد آیا تھا
باپ بولا خود سے میں آیا نہیں کہتا تھا وہ
سرور کونین ﷺ نے بھیجا ہے مجھ کو بیٹی دو
سن کے بس اس بات کو لڑکی تو وہ چلا اٹھی
کیا غضب کی بات ابا تم نے آج اس سے کہی
کب میں کہتی ہوں کہ اس کے رنگ کالے کو تو دیکھ
میں تو کہتی ہوں کہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ
میں نے مانا کالا ہے وہ حسن میں بھی ماند ہے
بھیجنے والا تو لیکن چودھویں کا چاند ہے
تیری بیٹی اس کے کالے رنگ پہ مسرور ہے
کالی کملی والے کی مرضی مجھے منظور ہے

6 فاطمہ بن قیس ؓ ایک حسین و جمیل صحابیہ ؓ تھیں ان کیلئے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ جیسے دولت مند صحابی کا رشتہ آیا۔ جب انھوں نے نبی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اسامہ ؓ سے نکاح کرلو۔ حضرت فاطمہ ؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور عرض کیا، اے رسول اللہ ﷺ! میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔ یعنی میرے لئے یہی خوشی کافی ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں سے میرا نکاح ہو۔ (نسائی کتاب النکاح)

7 نبی علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب ؓ اعلان نبوت سے

دس سال پہلے پیدا ہوئیں جب جوانی کی عمر کو پہنچیں تو اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔

ہجرت کے وقت نبی علیہ السلام کے ساتھ نہ جا سکیں۔ ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کیلئے فدیے ارسال کئے تو سیدہ زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ نبی علیہ السلام نے جب وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورے کے بعد یہ بات طے پائی کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر سیدہ زینبؓ کو واپس بھیج دیں۔ نبی علیہ السلام نے دو آدمی سیدہ زینبؓ کو لینے کیلئے ساتھ کر دیئے تا کہ وہ مکہ سے باہر رک جائیں اور ابوالعاص سیدہ زینبؓ کو ان تک پہنچا دیں۔ سیدہ زینبؓ جب اپنے دیور کنانہ کے ساتھ بیٹھ کر روانہ ہوئیں تو کفار آگ بگولہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے سیدہ زینبؓ کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر گریں۔ چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے حمل بھی ضائع ہو گیا۔ کنانہ نے نیزوں سے مقابلہ کیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ محمد ﷺ کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان جائے، یہ ہمیں گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔ کنانہ نے اس کو قبول کر لیا۔ چند دن کے بعد پھر سیدہ زینبؓ کو روانہ کیا گیا۔ سیدہ زینبؓ کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور بالآخر اسی وجہ سے وفات ہوئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

(8) جنگ اُحد میں ام عمارہؓ اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ اور اپنے دو بیٹوں

عمارہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئیں۔ جب کفار نبی ﷺ پر حملہ آور ہوئے تو یہ نبی ﷺ کے قریب آ کر حملہ روکنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہو گئیں۔ ابن تمیہ ملعون نے نبی ﷺ پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو انہوں نے اس کو اپنے کندھوں پر روکا جس سے بہت گہرا زخم آیا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے پلٹ کر ابن تمیہ ملعون پر بھرپور وار کیا قریب تھا کہ وہ دو ٹکڑے ہو جاتا مگر اس نے دو زرہ پہن رکھی تھیں لہٰذا بچ نکلا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے سر اور جسم پر تیرہ زخم لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا زخم لگا کہ خون بند نہیں ہوتا تھا ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنا کپڑا اپھاڑ کر زخم کو باندھا اور کہا بیٹا اٹھو اور اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کرو۔ اتنے میں وہ کافر جس نے ان کو زخم لگایا تھا پھر قریب آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ام عمارہ رضی اللہ عنہا! تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی کافر ہے۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ گر پڑا۔ پھر وہ چل نہ سکا اور سر کے بل گھسٹتے ہوئے بھاگا۔ نبی ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو مسکرا کر فرمایا، ام عمارہ رضی اللہ عنہا! تو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کر جس نے تمہیں جہاد کرنے کی ہمت بخشی۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے دل کی خواہش ظاہر کی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ دعا فرمائیں کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ ﷺ کی خدمت گزاری کا موقع مل جائے۔ نبی ﷺ نے اس وقت ان کے لئے، ان کے شوہر کے لئے اور دونوں بیٹوں کے لئے دعا کی کہ **اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنة** (اے اللہ! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے) ام عمارہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر یہ بات علی الاعلان کرتی تھیں کہ نبی ﷺ کی اس دعا کے بعد میرے لئے دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ (مدارج النبوۃ)

⑨ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا گھر کے بچوں کو شیشی دیکر بھیجتیں کہ جب نبی

قیلولہ فرمائیں اور آپ کے جسم مبارک پر پسینہ آئے تو اس کے قطرے اس شیشی میں جمع کرلیں۔ چنانچہ وہ اس پسینہ کو اپنی خوشبو میں شامل کرتیں اور پھر اپنے جسم اور کپڑوں پر وہ خوشبو لگاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الاستیذان)

(10) غزوۂ خیبر میں نبی ﷺ نے ایک صحابیہ ؓ کو اپنے دست مبارک سے ہار پہنایا، وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر اس کو گلے سے جدا نہ کیا اور جب انتقال کر گئیں تو وصیت کی وہ ہار ان کے ساتھ دفن کیا جائے۔

(11) حضرت سلمٰیؓ ایک صحابیہ تھیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کی اتنی خدمت کی کہ خادمۂ رسول ﷺ کا لقب حاصل ہوا۔ ان کی والدہ کے ایک غلام حضرت سفینہ تھے۔ انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ ساری زندگی نبی ﷺ کی خدمت کریں۔ حضرت سفینہؓ نے کہا کہ آپ یہ شرط نہ بھی لگاتیں تو بھی میں ساری زندگی اس در کی چاکری میں گزار دوں گا۔ (ابوداؤد کتاب الطب با الحامسہ)

(12) ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں جب بھی نبی ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ان کی زبان پر آتا تو کہتیں بابی (میرا باپ آپ پر قربان) اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ان کے دل میں عشق نبوی ﷺ کی شدت کا کیا عالم ہوگا۔ (نسائی کتاب الحیض)

(13) ایک دن نبی ﷺ حضرت جابر ؓ کے مکان پر تشریف لائے۔ انہوں نے بیوی سے کہا کہ، دیکھو! نبی ﷺ کی دعوت کا خوب اہتمام کرو، آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، انہیں تمہاری صورت بھی نظر نہ آئے۔ نبی ﷺ نے قیلولہ فرمایا تو آپ کے لئے بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت تیار تھا۔ جب آپ کھانا کھانے لگے تو بنوا سلمٰی کے لوگ دور سے ہی آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتے رہے تاکہ آپ ﷺ

کو تکلیف نہ ہو۔ جب نبی ﷺ رخصت ہونے لگے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے پردے کے پیچھے سے کہا، یارسول اللہ ﷺ! میرے لئے اور میرے شوہر کیلئے نزول رحمت کی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے رحمت کی دعا فرمائی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی خوشی سے پھولی نہ سمائیں۔

⑭ نبی ﷺ حجۃ الوداع کیلئے تشریف لے گئے تو سب ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ راستے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا اور چلتا ہی نہ تھا وہ رونے لگیں آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انکے آنسو پونچھے۔ عجیب اتفاق کہ آپ ﷺ جس قدر دلاسا دیتے وہ اسی قدر زیادہ روتیں۔ جب کافی دیر تک چپ نہ ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا اور تمام صحابہ کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو احساس ہوا کہ شاید نبی اکرم ﷺ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں۔ اب نبی اکرم ﷺ کو منانے اور راضی کرنے کی تدبیریں سوچنے لگیں۔ اس غرض سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا تا کہ خوشبو پھیلے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ تمہارا دن نہیں ہے۔ بولیں **ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے)۔ (مسند ابن حنبل 6/338)

⑮ ایک مرتبہ نبی ﷺ مسجد سے باہر نکلے، راستے میں مرد اور عورتیں فراغت پر گھر

واپس جا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے عورتوں کو مخاطب ہو کر کہا، تم پیچھے اور ایک طرف رہو، وسطِ راہ سے نہ گزرو۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے پر چلتیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے۔ (ابو داؤد۔ کتاب الادب)

16 نبی اکرم ﷺ نے شوہر کے علاوہ دوسرے محرم مردوں کی وفات پر تین دن سوگ کیلئے متعین فرمائے ہیں۔ صحابیات اس کی بہت شدت سے پابندی کرتی تھیں۔ سیدہ زینب ؓ بنت جحش کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو چوتھے روز انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہ تھی لیکن نبی اکرم ﷺ کا فرمان سنا ہے کہ شوہر کے علاوہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں اس لئے اسی حکم کی تعمیل کی۔ (ابو داؤد)

17 ایک مرتبہ نبی ﷺ نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی ؓ کو عنایت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگرچہ میں روزے سے ہوں لیکن آپ ﷺ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی۔ (مقصد یہ تھا کہ میں روزے کی پھر قضا کرلوں گی اور پانی نوش کرلیا)۔ مسند احمد بن حنبل 6/343)

18 ایک دن حضرت حذیفہ ؓ کی والدہ نے ان سے پوچھا، بیٹا! تم مجھے اپنے کام میں مشغول نظر آتے ہو تم نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کب کی تھی؟ انہوں نے کہا، اتنے دنوں سے۔ اس پر والدہ نے ان کو سخت ڈانٹا اور سخت سست کہا۔ انہوں نے کہا کہ میں ابھی جا کر مغرب کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ ادا کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ کیلئے استغفار کی درخواست کرتا ہوں۔ (ترمذی، کتاب المناقب)

19 جب نبی اکرم ﷺ نے اس دنیا فانی سے پردہ فرمایا تو سیدہ عائشہ ؓ نے اس عظیم

سانحہ پر اپنے رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا، ہائے افسوس وہ پیارے نبی ﷺ جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی۔ افسوس وہ معلم کائنات جو گنہگار امت کی فکر میں پوری رات آرام سے نہ سو سکے ہم سے رخصت ہو گئے۔ جس نے ہمیشہ صبر و استقامت سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا جس نے برائیوں کی طرف کبھی دھیان نہ دیا اور جس نے نیکی اور احسان کے دروازے ضرورت مندوں پر کبھی بند نہ کئے۔ جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا رسانی کا گرد و غبار کبھی نہ بیٹھا۔

(20) سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ نے نبی ﷺ کے پردہ فرمانے پر کہا، میرے والد گرامی نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا۔ الٰہی! روح فاطمہ کو جلدی روح محمد ﷺ سے ملا دے، الٰہی! مجھے دیدار رسول ﷺ سے مسرور بنا دے، الٰہی! اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے محروم نہ فرمانا اور روز محشر محمد ﷺ کی شفاعت نصیب کرنا۔

(21) حضور ﷺ کی ازواج میں سے حضرت ام ایمن ؓ ایک دن نبی ﷺ کو یاد کر کے رونے لگیں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا کہ آپ ؓ کیوں روتی ہیں؟ کہا کہ یہ بتاؤ نبی اکرم ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر نعمتیں موجود نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا، بالکل ہیں۔ فرمایا، میں اس لئے رو رہی ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کی جدائی سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ بھی رو پڑے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

بچوں کا عشق رسول ﷺ

نبی اکرم ﷺ کی مقبولیت جس طرح مردوں اور عورتوں میں یکساں تھی اسی طرح بچوں میں بھی بے پناہ تھی۔ چھوٹے بچے بھی شمع رسالت کے پروانے تھے اور قربانی دینے میں بڑوں سے پیچھے نہ رہے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

❶ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بدر کے میدان میں کھڑے تھے کہ دائیں اور بائیں انصار کے دو بچے تھے۔ انہیں خیال ہوا کہ اگر میں قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان میں ہوتا تو ضرورت کے وقت ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ اتنے میں ایک بچہ ان کے پاس آیا اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا چچا جان آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں مگر تمہارا کیا مقصد ہے؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی شان مبارک میں گالیاں بکتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک میں جدا نہ ہوں یہاں تک کہ وہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے اتنے میں دوسرے بچے نے بھی آ کر یہی سوال و جواب دہرائے۔ اتنے میں ابوجہل انہیں نظر آیا تو انہوں نے بچوں کو نشاندہی کی کہ تمہارا مطلوب سامنے ہے۔ دونوں بچے دوڑتے ہوئے گئے ایک نے گھوڑے کی ٹانگ پر وار کیا جس سے گھوڑا گر گیا اور

ابوجہل گر پڑا۔ دوسرے نے ابوجہل پر کاری ضرب لگائی۔ بچے اتنے چھوٹے تھے کہ تلوار کے بڑا ہونے کی وجہ سے تلوار زمین پر گھسٹتی جا رہی تھی۔ چنانچہ ایک صحابی نے آگے بڑھ کر ابوجہل کو قتل کر دیا اس واقعہ سے بچوں کی غیرت ایمان اور عشق نبوی ﷺ کا کتنا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (بخاری)

❷ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے بنو قیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان کو مکہ میں لا کر بیچ دیا۔ حکم بن حزام نے اپنی پھوپھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کیلئے خرید لیا۔ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے ہوا تو انہوں نے زید رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے والد کو ان کی جدائی پر بڑا صدمہ تھا۔ اولاد کی محبت فطری چیز ہوتی ہے چنانچہ وہ زید رضی اللہ عنہ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے اور ان کی تلاش میں گھومتے پھرتے۔

چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

- میں زید کی یاد میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے کہ اس کی امید رکھوں یا مردہ ہے کہ اس سے مایوس ہو جاؤں۔ اے زید رضی اللہ عنہ! اللہ کی قسم، مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہیں نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔
- کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔
- جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید رضی اللہ عنہ ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اس کی یاد ستاتی ہے۔
- جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بڑھاتی ہیں ہائے میرا غم اور میری فکر

کتنی طویل ہوگئی۔

- میں اس کی تلاش میں تیز رفتار اونٹ کو کام میں لاؤں گا اور ساری دنیا کا چکر لگانے سے باز نہیں آؤں گا۔
- چلنے والے اکتاتے ہیں تو اکتائیں مگر میں نہیں اکتاؤں گا۔ ساری زندگی اسی طرح گزاروں گا۔
- ہاں میری موت آگئی تو وہ اور بات ہے کہ وہ ہر چیز کو فنا کرنے والی ہے خواہ ان کی کتنی امیدیں لگائے۔
- میں اپنے رشتے داروں کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی زید ﷛ کو ڈھونڈتے رہیں۔

غرض یہ اشعار پڑھ کر روتے رہے اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج پر جانا ہوا تو انہوں نے زید ﷛ کو پہچانا باپ کی داستان سنائی اور شعر سنائے۔ حضرت زید ﷛ نے اس کے جواب میں تین شعر لکھ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں مکہ میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی باتیں ان کے والد کو سنائیں اور اشعار بھی سنائے پتہ بھی بتایا ان کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ پہنچے۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار! آپ لوگ حرم کے رہنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں آپ قیدیوں کو رہا کرتے ہیں بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ ﷺ فدیہ لے کر اس کو رہا کریں آپ ﷺ کا ہم پر احسان ہوگا۔

نبی اکرم نے فرمایا کہ بس اتنی سی بات ہے کہنے لگے جی بس یہی عرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو بلا لو اور پوچھ لو اور اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر

فدیہ کے تمہاری نذر ہے اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرنا چاہتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے استحقاق سے زیادہ ہم پر کرم کیا یہ بات بخوشی منظور ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بلائے گئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تمہارا اختیار ہے کہ اگر میرے پاس رہنا چاہو تو رہو اور اگر ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔ آپ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔

ان دونوں باپ چچا نے سمجھایا کہ زید رضی اللہ عنہ آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو لیکن زید رضی اللہ عنہ نے جانے سے انکار کر دیا۔ نبی علیہ السلام نے جب یہ جواب سنا تو ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے زید رضی اللہ عنہ کے باپ اور چچا یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور واپس چلے گئے۔ (تاریخ خمس)

③ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ یہ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے لڑکپن میں بیمار ہوا میری خالہ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئی آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ اس کے بعد آپ نے وضو کیا میں نے جب کچھ پانی بچا ہوا دیکھا تو اسے پی لیا عجیب بات ہے کہ بچوں میں بھی حصول برکت کا اتنا شوق تھا۔

④ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے کچھ بچوں کو ایک جگہ جمع دیکھا ایک لڑکا ان کے درمیان اذان دیتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتار رہا تھا اور دوسرے بچے ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر سب بچے گھبرا گئے نبی علیہ السلام نے بڑے بچے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ جب وہ قریب آیا تو آپ ﷺ نے پیشانی کے بالوں سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ مجھے

بھی وہی اذان سناؤ جوتم دوسروں کو سنا رہے تھے۔ پہلے تو حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کرنے کی کوشش کی مگر جلد ہی احساس ہوگیا کہ اذان سنا کر ہی جان چھوٹ جائے گی۔ جب سناتے سناتے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه پر پہنچے تو دل کی حالت بدل گئی۔ اذان ختم ہونے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا، جاؤ۔ کہنے لگے، کہاں جاؤں؟ اب جہاں آپ ﷺ جائیں گے ابومحذورہ بھی وہیں جائے گا۔ اس کے بعد ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پیشانی کے بال عمر بھر نہ کٹوائے تبرک کے طور پر اس یادگار کو قائم رکھا۔

5 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لڑکپن کی عمر میں نبی علیہ السلام کی خدمت پر مامور تھے۔ جب نبی علیہ السلام کہیں جانے کیلئے کھڑے ہوتے تو وہ آپ ﷺ کو جوتا پہناتے پھر آگے آگے عصا لے کر چلتے، آپ ﷺ مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سے جوتے نکالتے، آپ ﷺ نہاتے تو پردہ کرتے، آپ ﷺ سوتے تو بیدار کرتے، جب آپ ﷺ سفر پر جاتے تو بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان کے ساتھ ہوتا اس لئے وہ نبی علیہ السلام کے میر ساماں کہے جاتے تھے۔

6 تین لڑکے نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش پیش رہتے اور تینوں کا نام عبداللہ تھا نبی علیہ السلام ان کی محبت اور مشقت کو دیکھتے تو ان کے لئے تہجد کی نماز کے بعد نام لے کر دعائیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں بڑے ہو کر اپنے اپنے فن کے امام بنے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام الفقہاء بنے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ امام المفسرین بنے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام المحدثین بنے۔

7 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ نے بچپن سے ہی نبی ﷺ کی

خدمت کیلئے وقف کر دیا تھا۔

8 حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مستقل خدمت گزار تھے جب بھی کوئی سفر درپیش ہوتا تو وہ نبی ﷺ کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔(ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

9 حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ بھی شب وروز نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول رہے۔جب آپ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے جاتے تو ربیعہ رضی اللہ عنہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ ﷺ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو خدمت کیلئے حاضر ہوں جب ربیعہ رضی اللہ عنہ جوان ہوگئے تو نبی علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ شادی کرلیں۔انہوں نے عرض کیا، پھر آپ ﷺ کی خدمت میں اتنا وقت نہیں دے سکوں گا۔کچھ عرصہ اپنی شادی کو ٹالتے رہے جب کہ نبی علیہ السلام پیار سے مشورہ دیتے رہے۔بالآخر نبی علیہ السلام کی مرضی اور منشا کو دیکھتے ہوئے شادی کر لی۔(مسند احمد بن حنبل 4/58)

10 حضرت زہرہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ بچپن سے نبی علیہ السلام کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا کہ اسے بیعت کر لیجئے۔نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی تو بچہ ہے۔اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان کو جب دیکھتے تو محبت کرتے اور دوستی کا اظہار کرتے وجہ صرف یہ تھی کہ ان کو نبی ﷺ نے برکت کی دعا دی تھی۔

❁❁❁❁

باب 8
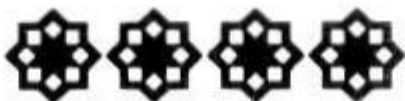
علمائے اہلسنت اور عشق رسول ﷺ

امت بیضاء کے علماء متاخرین کاملین میں سے علمائے اہلسنت دیوبند کا نام بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے امیر شریعت مولانا عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یوں لگتا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کی ارواح کا قافلہ جارہا تھا، ان میں سے چند ارواح کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے روک لیا اور دور حاضر میں پیدا کیا تا کہ امت کے آخر میں آنے والے لوگ امت کے پہلوں کی زندگیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔اس طائفہ علم وعمل کی زندگی دین کے ہر شعبہ میں کامل تھی ۔ یہ حضرات جب حدیث کا سبق دیتے تھے تو ایسے لگتا تھا کہ جیسے عسطلانی اور قسطلانی بات کررہے ہیں ،جب مسند ارشاد پر بیٹھتے تو جنید و بایزید رحمۃ اللہ علیہم نظر آتے ۔ایک طرف مسلمانوں کو فرنگی سے نجات دلانے کیلئے یہ شاملی کے میدان میں جہاد کرتے نظر آتے تھے اور دوسری طرف تبلیغ دین کے لئے ان کی مساعیء جمیلہ کے اثرات دنیا کے 100 ملکوں میں پھیلے نظر آتے ہیں۔دارالعلوم دیو بند اس مادر علمی کا نام ہے جس نے محدث ومفسر اور قائد ومجاہد پیدا کئے اور دنیائے علم میں اپنی خدمات کا لوہا منوایا۔

عابد کے یقیں سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

یہ عمل و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

علمائے دیوبند کی زندگیوں کا جتنا بھی مطالعہ کیا جائے اتنا ہی زیادہ احساس ہوتا ہے کہ یہ حضرات علم نبوت کے صحیح وارث اور قرآن وسنت کے سچے عاشق تھے۔ ان حضرات نے زبانی کلامی مدح رسول ﷺ پر اکتفا کرنے کی بجائے ان کی مبارک سنتوں کو زندہ کر کے عشق کا عملی ثبوت پیش کیا۔ ان کی روشن زندگیوں میں توحید الٰہی اور ادب نبوی ﷺ کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ نصرت خداوندی اور تائید خداوندی اس طرح ان کے شامل حال رہی کہ یہ افراط وتفریط سے بچ بچا کر خیر الامور اوسطھا پر عمل پیرا ہوئے۔ جو شخص بھی ضد، حسد، عناد سے بالاتر ہو کر ان حضرات کی علمی اور عملی کاوشوں کا جائزہ لے گا وہ ان کو خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ ان کی زندگیوں میں ایسے روح بلالی اور تلقین غزالی کے نمونے جا بجا نظر آئیں گے۔ توحید و رسالت کے بارے میں ان حضرات کی تعلیمات کا نچوڑ ایک فقرے میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ''اللہ اللہ ہے چاہے جتنا بھی نزول کرے اور بندہ بندہ ہے چاہے جتنا بھی عروج کرے''۔

صبا یہ جا کے تو کہنا مرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

علمائے دیوبند کے عشق رسول ﷺ اور تباع سنت رسول ﷺ سے متعلق چند واقعات ذیل میں ہیں

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

① حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کیلئے تشریف لے گئے

تو دیار حبیب ﷺ میں جوتا پہن کر چلنا گوارا نہ کیا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق سفر حکیم منصور علی خان مرحوم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"جب ہمارا قافلہ منزل بہ منزل مدینہ شریف کے قریب پہنچا جہاں سے روضہ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا تو حضرت نے اپنی نعلین اتار کر بغل میں دبالیں اور ننگے پاؤں چلنا شروع کیا۔ حضرت اسی طرح ننگے پاؤں چل کر تاریک رات میں حرم نبوی ﷺ پہنچے"

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس سفر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

"حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوئے حالانکہ ان کی سواری کا اونٹ موجود تھا اور خالی رہا۔ پاوں میں زخم پڑ گئے کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاؤں سے خون بہنے لگا۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ جس زمین پر محبوب خدا ﷺ کے قدم مبارک لگے ہیں قاسم نانوتوی اس پر جوتوں سمیت کیسے چلے"

② حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے شہاب ثاقب میں لکھا ہے کہ نانوتہ میں سبز رنگ کے چمڑے کا جوتا بہت پسند کیا جاتا تھا۔ لوگ خاص طور پر اسے تقریبات میں پہنا کرتے تھے۔ ایک عقیدت مند نے وہ جوتا حضرت نانوتوی کو پیش کیا۔ آپ نے اس کا دل رکھنے کیلئے ہدیہ قبول کرلیا مگر جوتا استعمال نہ کیا۔ بہت عرصہ گزرنے کے بعد کسی نے پوچھا، حضرت! آپ وہ جوتا کیوں نہیں پہنتے۔ فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کے روضہ اقدس کا رنگ بھی سبز ہو اور قاسم نانوتوی سبز رنگ کا جوتا اپنے پاؤں میں پہنے۔

③ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز نے علمائے حق پر مصیبتوں کے پہاڑ

توڑ دیئے۔ حضرت نانوتوی کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ عقیدت مندوں اور شاگردوں نے زبردستی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکان میں چھپا دیا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تین دن کے بعد اس گھر سے باہر نکل آئے۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ زندگی موت کا مسئلہ ہے آپ احتیاط کریں، آپ نے فرمایا۔

''نبی علیہ السلام کا غار ثور میں تین دن ہی پوشیدہ رہنا ثابت ہے۔''

یاد رکھو جب درزی کو نمونہ کا کوئی کپڑا مثلاً قمیض یا اچکن دے دیا جاتا ہے کہ اسی نمونہ پر کپڑے سیتے جاؤ۔ خراش تراش سلائی وغیرہ کے اعتبار سے جس حد تک اس نمونہ کے مطابق درزی کامیاب ہوگا اسی حد تک سلانے والے سے انعام کا مستحق ہوگا۔ اسوۂ محمدیہ ﷺ قدرت کا بخشا ہوا نمونہ ہے۔ ساری انسانیت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو رنگ ڈھنگ، چال چلن، اور فکر ونظر میں اسی نمونہ کے مطابق ڈھالتے چلے جائیں جو جس حد تک نمونہ کے مطابق ہوگا اس کو اسی حد تک اپنے محبوب کی محبوبیت سے حصہ عطا ہوگا چونکہ نبی علیہ السلام پوری زندگی میں تین دن روپوش رہے لہٰذا قاسم بھی اپنے آقا کی سنت پر عمل کرے گا۔ رہی بات زندگی موت کی تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے ہمارا کام سنت کی اتباع ہے''۔

④ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب مواجہ شریف پر سلام کیلئے حاضر ہوتے تو نہایت ادب کے ساتھ اور یکسوئی کے ساتھ سلام پڑھتے۔ ایک مرتبہ جب واپس لوٹے تو چہرے پر انوارات کی بارش ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت! آج تو خاص کیفیت ہے۔ آپ نے شعر میں جواب دیا کہ

؎ میرے آقا کا مجھ پر اتنا کرم تھا
کہ بھر دیا دامن پھیلانے سے پہلے

ے یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ ہے
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

5 جب مدینہ منورہ سے واپسی ہونے لگی تو آپ نے گنبد خضریٰ پر آخری نظر ڈال کر یہ اشعار کہے

ے ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

6 حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی علیہ السلام کی محبت میں چند قصیدے لکھے جو قصائد قاسمی کے نام سے چھپ چکے ہیں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

الٰہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اس کی
کہ جس پر ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار

کہ تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہے
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

جو انبیا ہیں وہ آگے تیری نبوت کے
کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو ابو البشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار

امیدیں لاکھ ہیں لیکن امید یہ ہے
کہ ہو سگان مدینہ میں نام میرا شمار

جیؤں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور ﷺ کے روضہ کے آس پاس نثار
مگر یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

1 فقیہ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تبرکات میں حجرہ نبویہ کے غلاف کا ایک سبز کپڑا تھا۔ حضرت کبھی کبھار حاضرین خدام کو ان تبرکات کی زیارت خود کروایا کرتے تھے۔ جب صندوقچہ اپنے ہاتھ سے کھولتے تو غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے پھر لوگوں کے سروں پر رکھتے۔

2 اگر کبھی آپ کے پاس مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں آپ نہایت اکرام سے ان کھجوروں کو رکھتے اور مبارک مواقع پر ان کو استعمال کرتے۔ ایک مرتبہ کھجوریں آنے پر آپ نے ایک شاگرد سے کہا کہ ہمارے قریبی متعلقین کو ان کھجوروں کا حصہ تقسیم کرکے پہنچاؤ۔ اس نے حصے نکالے تو کہنے لگا، اتنا معمولی سا ٹکڑا ہدیہ دیں گے۔ آپ اس سے بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ مدینے کے تبرکات تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتے ہیں اور نعمت کبھی معمولی نہیں ہوتی۔ مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے، دوسروں کو بھی نہ پھینکنے دیتے اور نہ خود پھینکتے بلکہ ان گٹھلیوں کو کوٹ کر استعمال کرنے کی ہدایت کرتے۔

 ایک مرتبہ کسی نے آپ کی خدمت میں حجرہ شریفہ کی خاک ہدیہ کے طور پر

پیش کی آپ نے اسے سرمے دانی میں ڈال دیا۔ روزانہ عشاء کے بعد اس سرمے کو لگانا آپ کا معمول تھا۔

4 آپ کے متعلقین میں سے ایک صاحب نے آپ کو مدینہ منورہ سے کچھ کپڑے ارسال کیئے۔ کسی طالب علم نے کہا، حضرت! اس کپڑے میں کیا برکت ہو گی یہ تو کسی باہر ملک کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو مدینہ منورہ کی ہوا تو لگی ہے میرے لئے تو یہی اعزاز کافی ہے۔

5 ایک مرتبہ آپ دارالعلوم کے صحن میں درس حدیث دے رہے تھے کہ اچانک بارش برسنا شروع ہو گئی۔ طلباء نے اپنی کتابیں سنبھالیں اور کمروں کی طرف بھاگے۔ کچھ طلبا اپنی جوتیاں بھی وہیں چھوڑ گئے۔ آپ نے اپنا رومال بچھایا اور سب طلبا کی جوتیاں اس گٹھری میں باندھیں، یہ گٹھری اپنے سر پر اٹھا کر کمرے میں لے آئے۔ طلبا نے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ عرض کرنے لگے، حضرت! آپ نے یہ کیوں اٹھائیں ہم بعد میں جا کر لے آتے۔ آپ نے نہایت سادگی سے جواب دیا ''جو لوگ قال اللہ اور قال الرسول ﷺ پڑھتے ہوں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے۔''

6 ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرا نام میرے والدین نے کالے رکھا تھا، لوگوں نے کالے کہنا شروع کر دیا اب اسی نام سے معروف ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی میرے نام کی سجع کہے۔ میں نے بہت سے علما سے پوچھا ہے مگر وہ کوشش بسیار کے باوجود کچھ نہیں کہہ سکے۔ آپ نے فی البدیہ فرمایا کہ تمہارے نام کی سجع کہنی بہت آسان ہے۔ اس نے پوچھا کہ کون سی۔ آپ نے فرمایا ''ہر دم نام محمد ﷺ کا لے''

7 مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں نکالنا سنت ہے اور داہنے پاؤں میں جوتا پہلے پہننا سنت ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی مسجد سے نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے پر رکھتے پھر دایاں پاؤں نکال کر اس میں جوتا پہنتے اس کے بعد بائیں پاؤں میں جوتا پہنتے۔ یہ سنت کے اہتمام کی وجہ سے تھا۔

8 ایک شخص نے آپ سے ملتے ہی کہا کہ آداب۔ آپ نے غصے میں فرمایا، یہ بے ادب کون ہے جس کو شریعت کا ایک ادب بھی معلوم نہیں؟ ایک صاحب نے ملتے ہوئے کہا، حضرت سلامت۔ آپ کے چہرے پر غصے کے اثرات نمایاں ہوئے اور فرمایا ہمیں مسلمانوں والا سلام چاہیے یہ کون ہے حضرت سلامت والا؟ (تذکرۃ الرشید)

9 حضرت نے اپنے وصیت نامے میں بہت تاکید سے لکھا ہے "اپنی زوجہ، اپنی اولاد اور سب دوستوں کو بتادو، وصیت کرتا ہوں کہ اتباع سنت کو جان کر سنت کے موافق عمل کریں تھوڑی مخالفت کو بھی سخت دشمن جانیں۔"

10 ایک مرتبہ حکیم محمد اسماعیل صاحب گنگوہی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصیدہ آپ کی مدح میں لکھا اور چونکہ موردعنایات ہونے کی وجہ سے بے تکلف زیادہ تھے اس لئے ہر چند حضرت نے سننے سے تنفر فرمایا مگر انہوں نے باصرار سنایا۔ جب ختم کر چکے تو آپ جھکے اور زمین سے خاک اٹھا کران پر ڈال دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! میرے کپڑے خراب ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ منہ پر مدح کرنیوالے کی یہی جزا ہے میں کیا کروں نبی علیہ السلام کا حکم ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

11 آپ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ کسی شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت! بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب آدھا ملتا ہے۔ حضرت نے فرمایا، ہاں

بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے مگر بیٹھ کر نبی علیہ السلام سے ثابت ہے۔ حضرت نثار فتحی نے کیا غضب کا شعر کہا ہے

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے
ہم ثواب و عذاب کیا جانیں
کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
عشق والے حساب کیا جانیں

② حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی قول وفعل خلاف شریعت ہونا تو درکنار مدتوں خدمت میں رہنے والے خادم بھی نہیں بتا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا ہو۔ دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت کو اتباع سنت کا خیال تھا۔ خود بھی عمل کرتے تھے اور اپنے متبعین و متوسلین کو بھی قولاً وعملاً اس کی ترغیب دیتے۔ رفتہ رفتہ عمل بالسنۃ حضرت کیلئے امر طبعی ہو گیا تھا۔ نہایت سہولت سے سنن و مستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ (حیات شیخ الہند ۱۶۱)

③ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ ہر عمل کو چپکے چپکے حدیث کے مطابق کرتے حاضرین کو جتلانے کی عادت ہی نہ تھی۔ جب کوئی نیا پھل پیش کرتا تو آپ اس کی خوشبو سونگھ کر آنکھوں سے لگاتے اور کسی بچے کو بلا کر دے دیتے۔ کبھی کبھی یہ دیکھنے کے حیلے سے کہ بارش ختم ہوگئی یا نہیں دو چار قطرے سر اور جسم پر لے کر حدیث عہد بربی کا لطف اٹھاتے۔ ایک مرتبہ میاں اصغر حسین صاحب کی عیادت کیلئے آئے اور مصافحہ کر کے واپس ہونے لگے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو آج ہی حدیث پر عمل کرنا تھا۔ تبسم فرما کر فوراً پڑھ دیا العیادۃ فواق!

ناقہ (حیات شیخ الہند ۱۶۲)

④ حضرت شیخ الہند نے مالٹا کی قید کے دوران محافظان جیل سے قربانی کی اجازت مانگی۔ دل سے نکلی ہوئی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ ایک دنبہ کافی زیادہ قیمت پر خرید لیا۔ آپ نے دارالکفر میں دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ انسان عالی ہمت ہو تو زنداں میں بھی مستحبات ادا ہو سکتے ہیں۔ (حیات شیخ الہند ۱۱۸)

⑤ حدیث پاک میں آیا ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ حضرت شیخ الہند کے ہاں جب بھی دستر خوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف رغبت کرتے۔ عشق نبوی ﷺ میں وہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ ہر سنت و مستحب پر عمل کر کے دکھاتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ منیٰ کے قیام میں ارد گرد احباب کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ درمیان کی جگہ میں حضرت سہارنپوری تہجد کے نوافل پڑھ رہے تھے۔ ایک مطوف صبح صادق کے وقت آ کر شور مچانے لگا کہ عرفات جانے کیلئے تیار ہو جاؤ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر چیز سے بے نیاز اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول رہے۔ مطوف اور اونٹ والوں نے بہت شور مچایا کہ جلدی کرو، جلدی کرو مگر حضرت نے نماز اس سکون سے ادا کی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ سلام پھیرا تو اللہ کے شیر پر غصے کے آثار ظاہر تھے۔ آپ نے تند و تیز لہجے میں مطوف سے کہا، کیا آپ بھول گئے ہم نے آپ سے وعدہ لیا تھا کہ جس طرح ہم کہیں گے اسی طرح کریں گے۔ پھر ہمیں سورج طلوع ہونے سے پہلے چلنے کا تمہیں کیا حق ہے۔ ہمیں ناحق پریشان کیوں کر رہے ہو۔ مطوف نے کہا کیا کروں اونٹ والے نہیں مانتے اگر یہ اونٹ

لے کر چلے گئے تو حج فوت ہو جائے گا سنت کی خاطر فرض کو خطرے میں ڈالنا اچھا نہیں۔اس جواب پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ تیز ہو گیا۔ بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ہم نے آپ کو مطوف بنایا ہے پیر یا استاد نہیں مانا کہ علمی مشورہ دیں، جائیں اپنا کام کریں۔ ہم اشراق کے وقت سے ایک منٹ بھی پہلے نہیں اٹھیں گے ہمارا مال خرچ کر کے اور تکلیفیں برداشت کر کے آنا اسی لئے ہے کہ حج بطریق سنت ادا کریں۔اس لئے نہیں کہ ہم تمہارے اور اونٹ والوں کے غلام بنیں۔ ان کا جی چاہے وہ اپنے اونٹ لے جائیں ان کا ہم پر کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں۔ آپ لوگوں نے ہمیں ناوقت پریشان کیا۔نماز تک سکون سے نہیں پڑھنے دیتے۔ اسلئے ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں۔اپنے دوسرے حاجیوں کو سنبھالو ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔اللہ کا شکر ہے کہ ہم لولے لنگڑے نہیں ہیں نہ عرفات کچھ دور ہے،اونٹ چلے گئے تو ہم پیدل بھی چلے جائیں گے۔اگر آپ یہ چاہیں کہ ہم تمہارا کہنا مانیں اور سنت کو چھوڑ دیں تو ہم سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو۔اللہ اللہ سنت کے ساتھ اتنی محبت اصل میں نبی علیہ السلام سے محبت کی وجہ سے تھی۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ جن سے بیعت لیتے تھے انہیں اتباع سنت کی تلقین کرتے تھے۔مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ فرمایا،اگر کوئی عمل خلاف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا۔مولانا عبدالحی صاحب نے کہا جب کوئی مخالف سنت فعل آپ سے عبدالحی دیکھے گا تو آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں،یعنی ساتھ رہنا چھوڑ دے گا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں سنت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔

حضرت سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا قصہ ارواح ثلثہ میں لکھا ہے کہ اکبری مسجد کی پہلی صف میں ایک پتھر دب گیا تھا جس کی وجہ سے پانی کھڑے ہونے سے وہاں کیچڑ ہو جاتا تھا۔لوگ اس جگہ کو چھوڑ کر صف بناتے بلکہ دوسری صف میں کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ مولانا سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو صف اول میں پتھر والی جگہ خالی تھی۔آپ نے کیچڑ سے بے نیاز ہو کر وہاں پر نماز کی نیت باندھ لی حالانکہ لباس قیمتی تھا۔ یہ سب کچھ اتباع سنت کی وجہ سے تھا۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ ہم شمائل نبوی ﷺ کی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔عام عادات اطوار میں سر سے پاؤں تک سنت کی پابندی کرتے تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ عمر بھر کی محنت مشقت اور کوشش سے بھی یہ بات سمجھ میں آجائے کہ فلاں حدیث سے سرور کائنات ﷺ کی یہ بات مراد ہے تو بھی بڑی سعادت ہے۔آپ حدیث پاک کے کسی لفظ کو غلط پڑھنے سے انتہائی منقبض ہوتے تھے۔آپ کو حدیث پاک کا اتنا ادب تھا کہ باوجود بڑی عمر اور مختلف امراض کے پانچ سو صفحات کا روزانہ مطالعہ کرتے اور دوران مطالعہ دو زانوں بیٹھتے کیا مجال کہ ٹیک لگا کر یا لیٹ کر مطالعہ کریں حضرت پر حدیث کا اثر غالب تھا۔

مقدمہ بہاولپور میں قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے پورا زور لگا دیا۔مسلمانوں نے چوٹی کے علما کو مدعو کیا۔حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو جب دعوت نامہ ملا تو آپ بیماری کی وجہ سے انتہائی کمزور تھے۔انتہائی گرمی کا موسم تھا،

بڑے بڑے علما نے مشورہ دیا کہ آپ مریض ہیں لہٰذا معذور ہیں، سفر نہ کریں۔ آپ ہم میں سے جس کو حکم کریں وہ عدالت میں پیش ہونے کو تیار ہے۔ مگر آپ بنفس نفیس عدالت میں تشریف لائے۔ علما سے فرمایا آپ ناراض نہ ہونا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی۔ میں خود اس لئے آیا ہوں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن میری شفاعت سے انکار نہ فرمادیں کہ جب میری عزت کا سوال تھا تم نے سفر کیوں نہ کیا؟ بہاولپور کی ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ نبی علیہ السلام کا جانبدار ہوکر بہاولپور آیا تھا۔ آپ نے عدالت میں کھڑے ہوکر پانچ پانچ گھنٹے بیان کیا اور علم وعرفان کے موتی بہادیئے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ اگر مقدمہ بہاولپور کے فیصلے سے پہلے میری موت آجائے تو میری قبر پر فیصلہ سنا دینا۔ 1933ء کو آپ کا انتقال ہوا جبکہ مقدمے کا فیصلہ 1935ء کو ہوا۔ حضرت مولانا محمد صادق مرحوم بہاولپور سے دیوبند گئے اور حضرت کشمیری کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہوکر مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ اونچی آواز سے پڑھ کر سنایا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

(۱) حضرت مدنی ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے اور اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ آپ کو مسجد نبوی ﷺ کی مبارک اور پرانوار فضاؤں میں درس حدیث دینے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ نے مسجد نبوی ﷺ میں اٹھارہ برس حدیث کا درس دیا۔

(۲) آپ پر عشق رسالت کا اتنا غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ جب آپ نے مواجہہ شریف پر حاضر ہوکر سلام پیش کیا تو "وعلیکم السلام یا ولدی" کے مبارک جواب سے

سرفراز ہوئے۔ آپ کبھی مسجد اجابہ کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے اور کبھی کسی دوسری وادی میں جا کر وظائف پورے کرتے ایک مرتبہ آپ کی نظر سے یہ شعر گزرا۔

ہاں اے حبیب ﷺ رخ سے نقاب تو ہٹا دو

یہ آپ کو اچھا لگا اور آپ نے روضہ انور کے قریب پہنچ کر صلوۃ والسلام کے بعد نہایت بے قراری کے عالم میں یہ مصرعہ پڑھا کچھ دیر تک گریہ طاری رہا۔ کچھ دیر بعد آپ پر استغراق کی سی کیفیت طاری ہوئی اور آپ کو نبی ﷺ کا دیدار نصیب ہوا۔

(۳) ایک مرتبہ آپ سفر حج کے متعلق تقریر فرما رہے تھے تو آپ نے حجاج سے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جا رہے ہو تو جس قدر ممکن ہے عجز و نیاز حاصل کرو۔ جملہ عاشقوں کے سردار نبی علیہ السلام پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجو، اس راہ عشق کے سردار نبی اکرم ﷺ ہیں اس لئے میرے نزدیک اور میرے بعض علما کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(اور اگرچہ انہوں نے ظلم کئے اپنے آپ پر پھر آتے آپ کے پاس توبہ کرتے ہوئے اللہ سے، تو رسول اکرم ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یہ پاتے اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنیوالا اور رحم کرنیوالا)

ہمارے آقا و سردار ﷺ ساری امت کے لئے رحمت ہیں لہٰذا ان کے پاس حاضری دے کر عرض کرو، یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہیں، آپ ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا فرمائیے، ہماری شفاعت فرمائیے۔ پھر

بیت اللہ شریف حاضری دیں تا کہ نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ حج کی عاشقانہ عبادت کو قبول کر لے۔

④ ایک مرتبہ درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ ایک حاجی صاحب نے مدینہ منورہ کے دہی کو کھٹا کہہ دیا۔ اسی رات خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب مدینہ شریف کا دہی کھٹا ہے تو تم یہاں کیوں آئے ہو؟ یہاں سے چلے جاؤ"۔ یہ صاحب بیدار ہوئے تو بہت گھبرائے۔ علماء سے پوچھا کہ کیا کروں؟ کسی نے کہا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر دعا کرو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرے۔ چنانچہ یہ صاحب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر گئے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ رات کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا "مدینہ منورہ سے چلے جاؤ ورنہ ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے"۔

یہ واقعہ سنا کر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہیے بلکہ وہاں کی مصیبت کو راحت سمجھنا چاہیے۔

⑤ ختم بخاری شریف کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس کیلئے اشتغال بالحدیث سب سے اقرب ذریعہ ہے۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرمایا "میں نے نبی علیہ السلام کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر مشاہدہ کیا کہ جو لوگ اشغال بالحدیث رکھنے والے ہیں ان کے قلب اور آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک تک نورانی دھاگوں کا سلسلہ جاری ہے"۔

⑥ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ، نہ اس پر پھول لگتے ہیں، نہ اس پر

پھل لگتے ہیں، نہ اس میں خوشنمائی، نہ ہی زینت چمن پھر اسے کیوں لگوایا؟ تحقیق سے پتہ چلا کہ نبی علیہ السلام نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت رضوان لی تھی یہ درخت اس کی یادگار ہے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر 52)

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

❶ آپ کا معمول تھا کہ مدینہ منورہ جاتے ہوئے آخری منزل پر لوگوں سے کہہ دیتے کہ جہاں سے روضہ انور نظر آئے مجھے بتا دینا وہاں سے آگے پیدل چلتے۔ رفقا کو تاکید ہوتی کہ درود شریف پڑھیں اور خاموش رہیں اور ادب واحترام سے حاضری دیں۔

❷ آپ کبھی کبھی ذوق محبت کو بڑھانے کیلئے کسی خادم سے نعتیہ کلام بھی سنتے آپ کو خواجہ نظام الدین اولیا کے درج ذیل اشعار بہت پسند تھے۔

ؔ صباء بسوئے مدینہ روکن از دعا گو سلام برخواں
بہ در شاہ مدینہ بصد تضرع پیام برخواں

(اے صبح کی تازہ ہوا مدینہ کی طرف چلنا شروع کر اور اس کے رہنے والوں کو سلام کہہ اور شاہ مدینہ کے گھر عاجزی وتضرع سے میرا پیام سنا)

ؔ دلم زندہ ہست از وصال محمد ﷺ
جہاں روشن است از جمال محمد ﷺ

(میرا دل محمد ﷺ کے وصال سے زندہ ہو گیا ہے اور جہاں محمد ﷺ کے جمال سے منور ہو گیا ہے)

مرض وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ بعض اوقات تو بلند آواز سے رونے لگ جاتے۔ حضرت مولانا محمد صاحب عمرہ کیلئے روانہ ہو رہے تھے۔ حضرت سے ملنے آئے تو مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا حضرت دھاڑیں مار مار کر

روئے۔ مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی حضرت اقدس کو اس بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ بابو عبدالعزیز آئے تو ان سے فرمایا، دیکھو یہ مدینے جارہے ہیں یہ کہہ کر چیخیں نکل گئیں۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سکھ گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ اسلام قبول کر کے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ تحریک آزادی میں پابند سلاسل بھی رہے۔ بالآخر ہجرت کر کے لاہور آئے اور شیرانوالہ باغ کی مسجد میں درس قرآن دینا شروع کیا۔ آپ کے درس قرآن کی شہرت دور دور تک پھیلی۔ بعض مبتدعین نے آپ کو گستاخ رسول ﷺ کہنا شروع کیا اور حسد کی وجہ سے مشہور نشانہ باز بابو رحمت اللہ کو تیار کیا کہ حضرت رات کو اکیلے مسجد سے مکان کو جاتے ہیں اس وقت انہیں شہید کر دیا جائے۔ بابو رحمت اللہ صبح کے وقت آپ کے درس میں اس نیت کے ساتھ آئے کہ میں شکل اچھی طرح دیکھ لوں تاکہ رات کو پہچاننے میں مغالطہ نہ ہو۔ اتفاقاً حضرت لاہوری اس وقت نبی علیہ السلام کی شان بیان کر رہے تھے۔ انداز ایسا انوکھا اور عاشقانہ تھا کہ وہ حضرت کے گرویدہ ہو گئے اپنے ارادے سے توبہ کی اور جا کر مبتدعین سے کہا، میں نے ان سے نبی علیہ السلام کی وہ تعریف سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی۔ تم انہیں شہید کرنا چاہتے ہو؟ مبتدعین کے سر پر شیطان سوار تھا وہ نہ مانے، تو بابو رحمت اللہ نے کہا، جو حضرت شہید کو کرے گا وہ پہلے میرا سر اتارے گا پھر ان تک پہنچے گا۔

بارگاہ رسالت میں آپ کے لگاؤ کو علامہ انور صابری نے اپنے شعر میں خوب ادا کیا ہے

~ تو رہا لاہور میں اور دل مدینے میں رہا
بن کے اک موتی محمد ﷺ کے خزینے میں رہا

امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

1927ء میں جب لاہور ہائی کورٹ نے توہین رسالت سے لبریز کتاب کے ناشر راج پال کو چھوڑ دیا تو مسلمانوں میں بے چینی کی لہر پھیل گئی۔ تحفظ ناموس رسالت کی تحریک شروع ہوئی۔ امیر شریعت نے ایک جلسے میں مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کیلئے فرمایا

''اے مسلمانان لاہور! آج رسول اللہ ﷺ کی آبرو شہر کے ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ آج ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کا سوال درپیش ہے۔ یہ سانحہ سقوط بغداد سے زیادہ غمناک ہے۔ زوال بغداد سے اک سلطنت پارہ پارہ ہوگئی مگر توہین رسالت ﷺ کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہو رہی ہے۔ آج انسانیت کو عزت بخشنے والے کی اپنی عزت خطرے میں ہے۔ آج ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا مسلمانوں کے دروازے پر کھڑی کہہ رہی ہے کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں۔ ارے دیکھو تو! ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دروازے پر کھڑی تو نہیں''۔ (یہ سن کر حاضرین دھاڑیں مار مار کر رونے لگے)

''مسلمانو! تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج سبز گنبد میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں، آج امہات المومنین تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ آج اگر تم ان کے ناموس کی خاطر جان دے دو تو یہ بڑے فخر کی بات ہے۔ یاد رکھو یہ موت پیام حیات لائے گی''۔

مشہور ادیب ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں ''اس روز پانی اور آگ یعنی سرد آہوں اور آنسوؤں کے ملاپ سے ان کی تقریر ڈھل رہی تھی''۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا

کہ اس ایک رات میں ہزاروں مسلمانوں نے ناموس رسالت کی قسمیں کھائیں۔ پردہ نشیں خواتین نے اپنے بچے امیر شریعت کے قدموں میں ڈال دیئے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ناموس پر قربان کر دو۔ اس تقریر سے متاثر ہو کر غازی علم الدین شہید نے راج پال کو جہنم رسید کیا اور تختہ دار پر لٹک کر گوہر مقصود پالیا۔

تحفظ ناموس رسالت کے متعلق حضرت امیر شریعت کے چند خطابت پارے ملاحظہ فرمایئے

◉ ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے۔ جو شخص اس چادر کو چوری کرنے کی جرأت کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں اڑا دوں گا۔ میں حضرت محمد ﷺ کے سوا کسی کا نہیں...... نہ اپنا نہ پرایا...... میں ان ہی کا ہوں وہ میرے ہیں۔ جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر۔ آج محمد عربی ﷺ کی آبرو پر ذلیل اور کمینے قسم کے انسان حملہ آور ہیں۔ یاد رکھو محمد ﷺ ہیں تو خدا ہے، محمد ﷺ ہیں تو قرآن ہے، محمد ﷺ ہیں تو دین ہے محمد ﷺ نہیں تو۔ کچھ بھی نہیں۔ میری گردن تو آج ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر پھانسی لگنے کو تڑپتی ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے مخاطب ہوں کہ تم نبی علیہ السلام کی آبرو کی حفاظت کرو تو میں تمہارے کتے کو بھی پالنے کو تیار ہوں۔

اسی وجہ سے علامہ اقبال نے کہا تھا

''شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں''

آپ کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی خطابت سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی مرحوم نے کہا تھا۔

کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

حضرت امیر شریعت کے چند نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں

لولاک ذرہ از جہاں محمدؐ است
سبحان من یراہ چہ شان محمدؐ است

سیپارہ کلام الٰہی خدا گواہ
ہم آں عبارتے ز زبان محمد است

نازد بنام پاک محمدؐ کلام پاک
نازم بآں کلام کہ جان محمدؐ است

توحید را کہ نقطہ پرکار دین ماست
دانی کہ یک نقطہ زبیان محمدؐ است

سر قضا و قدر ہمیں است اے ندیم
پیکان امر حق زکمان محمدؐ است

[تمام عالم محمد ﷺ کے جہان کا ایک ذرہ ہیں۔ سبحان اللہ جس نے اس کو دیکھا ہے کیا شان محمد ہے۔ اللہ گواہ ہے کہ قرآن کے پارے محمد ﷺ کی زبان کی عبارات ہیں۔ کلام پاک محمد ﷺ کے نام پر ناز کرتا ہے اور میں ناز کرتا ہوں اس کلام پر کہ جو محمد ﷺ کی جان ہے۔ توحید ہمارے دامن کا مرکزی نقطہ ہے تو جانتا ہے کہ اس کو مزین کرنے والا نقطہ محمد ﷺ ہیں۔ اے ندیم! قضا و قدر کا راز بھی یہ ہے کہ حق کا تیر محمد ﷺ کی کمان سے ہے]

مندرجہ بالا واقعات سے علمائے اہلسنت کے عشق رسول ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ملتا ہے۔

شعرا میں عشق رسول ﷺ

نبی علیہ السلام کا فرمان ہے

اِنَّ مِنَ الْشِعْرِ لَحِكْمَةً وَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

(بعض شعر حکمت ہوتے ہیں اور بعض باتیں جادو)

بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے شعر کہنے کا ملکہ عطا کیا ہوتا ہے ان کے الفاظ کی بندش میں ایسی بے ساختگی اور کشش ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اس شعر کو بار بار پڑھ کر قند مکرر کے مزے لئے جائیں۔ جس طرح بچے چیونگم وغیرہ منہ میں ڈال کر ایک گھنٹہ تک چباتے رہتے ہیں اور اس چبانے میں انہیں لذت ملتی ہے اسی طرح بعض اشعار دل پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ بندے کو تڑپا کے رکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ آج کے دور میں نفس و شیطان نے خواہشات کو اس قدر غالب کر دیا ہے کہ ہر آنکھ ظاہری شکل و صورت کو دیکھتی ہے اور حسن ظاہری پر قربان ہوتی ہے۔ نوجوان شعراء کو غزلیات سے ہی فرصت نہیں ملتی وہ ہر وقت کسی تصوراتی مجازی محبوب کے حسن کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں علامہ اقبال کو اس لئے کہنا پڑا

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

تاہم پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں آج بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ میں مغلوب ہو کر اتنے اچھے اشعار لکھتے ہیں کہ طبیعت میں سوز پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ حسان بن ثابتؓ کے روحانی وارث ہیں اور یہ نعمت رہتی دنیا تک سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی رہے گی۔ درج ذیل میں چند حضرات کا نعتیہ کلام پیش خدمت ہے تاکہ قارئین پڑھیں اور اپنی مجالس اور تنہائیوں کو ان اشعار سے قیمتی بنائیں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد ﷺ چشم بر راہ ثناء نیست

(نہ خدا تعالیٰ ہماری حمد کے منتظر ہیں، نہ ہی حضرت محمد ﷺ تعریف کے متمنی ہیں)

خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس
محمد ﷺ حامد حمد خدا بس

(حضرت محمد ﷺ کی مدح سرائی کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں اور خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرنے کیلئے محمد ﷺ حمد خواں کافی ہیں)

مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

(اگر کچھ مناجات بیان کی جائیں تو اس ایک شعر پر قناعت کرنی چاہئے)

محمد ﷺ از تو میخواہم خدا را
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

(اے محمد ﷺ! میں آپ سے خدا (کی معرفت) کا طالب ہوں اور اے خدا! میں آپ سے عشق مصطفیٰ ﷺ کا طالب ہوں)

دگر لب وا مکن مظہر فضولیست
سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

(اے مظہر اس کے علاوہ لب کشائی مت کر کہ یہ فضول ہے اور ضرورت سے زیادہ بات فضول ہوتی ہے)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

سبز و شاداب گلستان تمنا ہووے
کاش مسکن مرا صحرائے مدینہ ہووے

ہند میں گرم تپش یوں دل مضطر ہے مدام
دام میں جیسے کوئی مرغ تڑپتا ہووے

مجھ کو بھی روضۂ اقدس کی زیارت ہو نصیب
زہے قسمت جو سفر سوئے مدینہ ہووے

جب کہیں قافلے والے کہ مدینہ کو چلو
شوق میں پھر تو میرا اور ہی نقشہ ہووے

ننگے پاؤں وہیں ہو جاؤں میں اٹھ کے ہمراہ
تن میں جامہ بھی مرے ہو کہ برہنہ ہووے

یوں چلوں خاک اڑاتا ہوا صحرا صحرا
جیسے جنگل میں بگولا کوئی اڑتا ہووے

گرم جولان روش برق ہوں شاداں خنداں
پاؤں پر پاؤں مرا شوق سے پڑتا ہووے

کانٹے تلووں میں چبھیں برگ گل تر سمجھوں
خاک جو اڑ کے پڑے آنکھوں میں سرمہ ہووے

ایسی صورت سے در شاہ عرب پر پہنچوں
حال جیسے کسی ناچیز گدا کا ہووے

گرد آلود بدن خاک ملے چہرہ پر
ایک تہ بند پھٹا سا کوئی کرتا ہووے

خار پاؤں میں چبھے بال ہوں سر کے بکھرے
فکر سوزن ہو نہ کچھ شانہ کا سودا ہووے

باندھ کر ہاتھ کروں عرض بصد عجز و نیاز
خدمت شاہ میں جیسے کوئی بردہ ہووے

یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو
وصل کا آج اشارہ شہ والا ہووے

مری بینائی و مسکینی پہ ترس آئے ضرور
خود درحجرہ والائے نبیؐ وا ہووے

دوڑ کر سر قدم پاک پہ رکھ دوں اپنا
دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہووے

کبھی چوموں کبھی آنکھوں سے لگاؤں وہ قدم
خاک پا آپؐ کی ان آنکھوں کا سرمہ ہووے

گوہر اشک نثار قدم پاک کروں
جز تہی دستی جو کچھ اور نہ تحفہ ہووے

اور جب روئے مبارک کی تجلی دیکھوں
جلوہ طور بھی آنکھوں میں تماشا ہووے

سن کے اس شوق کو کہتے ہیں ملائک بھی غریب
فضل حق سے تری حاصل یہ تمنا ہووے

حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ

خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ
تمہارا لیجئے خدا آپ طالب دیدار
کہاں بلندئ طور اور کہاں تیری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان بھی ہموار
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار
سما سکے تری خلوت میں کب نبی و ملک
خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار
نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا اک شب بھی
قمر نے گو کہ کروڑوں کئے چڑھاؤ اتار
خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
تو جس قدر ہے بھلا میں برا اسی مقدار
عجب نہیں تیری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں

کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

ترے بھروسے پہ رکھتا ہے غرہ طاعت
گناہ قاسم* برگشتہ بخت بداطوار

تمہارے حرف شفاعت پہ عفو ہے عاشق
اگر گنہ کو ہے خوف غصہ قہار

یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

ترے لحاظ سے اتنی تو ہو گئی تخفیف
بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار

برا ہوں، بد ہوں، گنہگار ہوں پہ تیرا ہوں
ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں نا ہنجار

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ

آدم کیلئے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکی مدنی ہاشمی و مطلبی ہے

پاکیزہ تر از عرش و سما ، جنت فردوس
آرام گہ پاک رسول عربیؐ ہے

آہستہ قدم نیچی نگہ پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روح رسول عربیؐ ہو

اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبیؐ کی
محبوب خدا ہے وہ، جو محبوب نبیؐ ہے

بجھ جائے تیرے چھینٹوں سے اے ابر کرم آج
جو آگ میرے سینے میں مدت سے لگی ہے

قطب العارفین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم المیرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہر جلوہ پر ضیاء رخ انور کا نور ہے
شانوں میں کیا بلند یہ شان حضورؐ ہے

جو جلوہ ہے وہ رشک تماشائے طور ہے
واللہ کیا بلند یہ شان حضورؐ ہے

مکہ کے تاجدار ، مدینہ کے حکمراں
عالم کے رہنما ہیں یہ شان حضورؐ ہے

عفو و کرم کا ابر ہیں بخشش کی ہیں گھٹا
بارش ہیں رحمتوں کی یہ شان حضورؐ ہے

بحر سخا ہیں اور سمندر ہیں جود کا
لطف و کرم کی موج یہ شان حضورؐ ہے

شافع ہیں روز حشر کے سب کے ہیں پیشوا
محبوب کبریا ہیں یہ شان حضورؐ ہے

مرکز ہیں دائرہ کے وہ یکتائے روزگار
بے مثل و بے نظیر یہ شان حضورؐ ہیں

مخزن ہیں حکمتوں کے ، ہدایت کے آفتاب
خاتم ہیں انبیاء کے یہ شان حضورؐ ہے

ضرب المثل ہیں حلم میں کوہ وقار ہیں
انسانیت کے تاج یہ شان حضورؐ ہے

بارعب بھی کمال کے اس پر وہ مہربان
سب میں گھلے ملے ہیں یہ شان حضورؐ ہے

وعدہ کے کیسے پکے صدوق و امین بھی
اخلاق کیا شگفتہ یہ شان حضورؐ ہے

حسن و ادا غضب کے ہیں تو مجھ سے کچھ نہ پوچھ
شمس و قمر ہیں ماند یہ شان حضورؐ ہیں

خود نازنیں ہیں ان پہ جفائیں جہان کی
کس شوق سے اٹھائیں یہ شان حضورؐ ہے

سب پہ حریص اور رؤف و رحیم ہیں
سب میں عزیز تر ہیں یہ شان حضورؐ ہیں

حاصل ہے زندگی کا اک ان کا وجود پاک
جیسے ثمر شجر کا یہ شان حضورؐ ہے

اس شاہ کملی والے پہ جانیں ہوں سب نثار
ہر بار صد ہزار یہ شان حضورؐ ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پھر پیش نظر گنبد خضرا ہے حرم ہے
پھر نام خدا روضہ جنت میں قدم ہے

پھر شکر خدا سامنے محراب نبیؐ ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقش قدم ہے

محراب نبیؐ ہے کہ کوئی طور تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے

پھر منت دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا غم ہے

پھر بارگہ سید کونینؐ میں پہنچا
یہ ان کا کرم، ان کا کرم، ان کا کرم ہے

یہ ذرہ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے

ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا ان کے عنایات سے کم ہے

وہ رحمت عالمؐ ہے شہہ اسود و احمر
وہ سید کونین ہے، آقائے امم ہے

وہ عالم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے
دل نعت رسول عربیؐ کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بڑھاپا ہے ، چلا ہوں سوئے یثرب
لرزتا ، لڑکھراتا ، سر جھکائے

گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری
پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے

کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا
تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے

کبھی لاٹھی ، کبھی دیوار پکڑی
کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے

نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی!
کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے

نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی
وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے

مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے
دیا والا میری نیا لکھائے

وہاں جا کر کہوں گا گڑگڑا کر
سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے

سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے
سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے
سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے
سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے
سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

نعت

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمتہ اللہ علیہ

گھٹا اٹھی ہے تو بھی کھول زلف عنبریں ساقی!
تیرے ہوتے فلک سے کیوں ہو شرمندہ زمیں ساقی!

یہ کس بھٹی کی دی تو نے شراب آتشیں ساقی!
کہ پیتے ہی رگوں میں بجلیاں سی بھر گئیں ساقی

یہیں سے پاؤں گا ہر نعمت دنیا و دیں ساقی
کہیں کیوں جاؤں تیرے مے کدہ میں کیا نہیں ساقی!

جو تر دامن ہے تیرا، پاک دامانوں سے بہتر ہے
گریباں چاک ہے، اشکوں سے تر ہے آستیں ساقی

نہ چھیڑ اے محتسب میں ہوں مئے وحدت کا متوالا
میں وہ مئے خوار ہوں جس کے ہیں ختم المرسلینؐ ساقی

سلامت تیرا میخانہ، سلامت تیرے مستانے
رہے گا رنگ عالم میں یہی تایوم دیں ساقی

عجب مشرب ہے تیرا تجھ کو یہ مجذوب کیا سمجھے
کہیں پیر مغاں تو ہے، کہیں میکش، کہیں ساقی

اے رسول امین خاتم المرسلین ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

دست قدرت نے ایسا بنایا تجھے ۔۔۔ جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسین اے ابد کے حسین ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

بزم کونین پہلے سجائی گئی ۔۔۔ پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولین سید الآخرین ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا ۔۔۔ اس زمیں میں ہوا آسماں میں ہوا
کیا عرب کیا عجم سب ہیں زیر نگیں ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی ۔۔۔ تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

سدرۃ المنتہیٰ رہ گزر میں تری ۔۔۔ قاب قوسین گرد سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں حق ہے تیرے قریں ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

کہکشاں ضو ترے سرمدیں تاج کی ۔۔۔ زلف تاباں حسیں رات معراج کی
لیلۃ القدر تیری منور جبیں ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

مصطفیٰ مجتبیٰ تیری مدح و ثنا ۔۔۔ میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں لب کو یارا نہیں ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں ۔۔۔ کوئی ہے وہ کہ جس کو میں تجھ سا کہوں
توبہ توبہ نہیں کوئی تجھ سا نہیں ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

چار یاروں کی شان جلی ہیں بھلی ۔۔۔ ہیں یہ صدیق فاروق عثمان علی
شاہد عدل ہیں یہ تیرے جانشیں ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

اے سراپا نفیس انفس دو جہاں ۔۔۔ سرور دلبراں دلبر عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جان حزیں ۔۔۔ تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں